ماہنامہ خالد ربوہ
Digitized By Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۹ ـــ شمارہ ۳

ماہنامہ ربوہ

خالد

صلح ۱۳۶۱ھش ، جنوری ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر
خالد مسعود ایم اے

نائبین: منصور احمد عارف ، محمود احمد اشرف

پبلشر: مبارک احمد خالد ، پرنٹر: سید عبدالحی
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ
قیمت سالانہ پندرہ روپے ـ قیمت پرچہ ہذا: پانچ روپے
کتابت: نورالدین خوشنویس ربوہ ـ رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

الفہرست

اداریہ

الوداع سیّدہ

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرمِ محترم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ایک مختصر لیکن شدید علالت کے بعد ۳ اور ۴ دسمبر ۱۹۸۱ء کی رات ساڑھے آٹھ بجے رحلت فرما گئیں۔ حضرت سیّدہ مرحومہ کی آٹھ دن کی علالت کے دَوران جماعت کا ہر فرد بیقرار و مضطرب ہو کر اپنے خالق و مالک کے آستانہ پر جُھکا رہا اور آپ کی شفایابی اور صحت و عافیت کے لئے دعا گو رہا۔ صدقات کئے گئے۔ دُنیاوی تدابیر کے طور پر ہر ممکن علاج معالجہ کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر کے تحت وہ پیارا وجود، وہ دعائیں کرنے والا وجود ہم سے جُدا ہو گیا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔

حضور ایدہ اللہ کے لئے ایک بہترین وفاشعار خدمت گزار ساتھی کی اچانک رحلت ایک گہرا اور پُر درد صدمہ ہے۔ اِس سانحہ عظیم پر ساری جماعت کے دل محزون ہوئے اور آنکھیں اشکبار رہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِس صدمہ کو بکمالِ صبر برداشت کیا اور اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون کی عملی تفسیر پیش کر کے دُکھی دلوں کی ڈھارس بندھائی اور جماعت کو تلقین کی کہ یہ مواقع خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے ہوتے ہیں انہیں ضائع نہیں کرنا چاہیئے پس دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کریں۔ لا الٰہ اِلّا اللّٰہ کا وِرد کریں۔ حضور نے عظیم الشان صبر و رضا کا نمونہ پیش کر کے جماعت کے لئے بھی اطمینان اور تسلّی کا سامان فرمایا۔ جماعت نے ایک بار پھر یہ نظارہ دیکھا کہ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ۔

حضرت سیّدہ موصوفہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی صفاتِ حسنہ سے متصف فرمایا تھا۔ آپ ہمیشہ تقوٰے اور رضائے باری تعالیٰ کی راہوں پر گامزن رہیں۔ اپنے کریمانہ اخلاق اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے ہر دل میں عزت اور عقیدت کا بلند مقام پیدا کیا۔ حضور ایدہ اللہ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے جذبۂ خدمت و ایثار اور آپ کے اخلاقِ فاضلہ کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ہر دل سے بے اختیار دعا نکلی۔

آپ نے اپنے شوہرِ نامدار کی ہمیشہ جذبۂ اخلاص و وفا سے سرشار رہ کر بھرپور خدمت کی اور ۴۷ سالہ رفاقت کے عرصہ
پ کے آرام و راحت کا کماحقہٗ خیال رکھا۔ آپ نے ہمارے پیارے امام کو ہر ذاتی فکر سے آزاد رکھ کر انہیں یکسوئی
رپورے انہماک سے جماعتی کاموں کے لئے وقف رہنے کا سامان مہیا فرمایا۔ پوری جماعت پر یہ ایک عظیم احسان ہے جس
ے لئے ہم سب افرادِ جماعت آپ کے ممنون و شکر گزار ہیں۔ ان کی مخلصانہ خدمات دیکھ کر ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے

دعائیں نکلتی ہیں۔

حضرت سیّدہ مرحومہ کو یہ اعزاز حاصل ہوُا کہ حضور ایدہ اللہ کے بیرونی ممالک کے دَوروں پر آپ کے ہمرکاب رہیں۔ آپ کو بارہا بیرونی مساجد کی تعمیر کی تقاریب میں احمدی خواتین کی نمائندگی کی سعادت نصیب ہوئی۔ بیرونی ممالک کی لجنات پر آپ کی شخصیّت کا بڑا نیک اور گہرا اثر ہے۔

حضرت سیّدہ موصوفہ حضرت اقدس کی نواسی، حضرت مصلح موعود کی بہو اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حُجّۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت بڑے پاکیزہ اور مقدّس ماحول میں ہوئی اور ان مقدس وجودوں کے نیک اثر نے آپ کو سبیکۃ العقیان بنا دیا تھا۔

ادارۂ خالدؔ اِس دردانگیز سانحۂ ارتحال پر گہرے غم اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور جذباتِ محبّت و عقیدت کے ساتھ سیّدنا حضور ایّدہ اللہ، "دختِ کرام" حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدّ ظلّہا العالی، مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا القمان احمد صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الحلیم صاحبہ، مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب اور بیگم صاحبہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب، بیگم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور بیگم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب اور دیگر افرادِ خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس بابرکت رُوح کو اپنی رضا کی جنّتوں کا وارث بنائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

كلّ من عليها فان ويبقٰى وجه ربّك ذو الجلال والاكرام .

انّا للّٰه و انّا اليه راجعون

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے حضرت بانیٔ سلسلہ کے مہمانوں کو ادارۂ "خالد" اَهلًا وسهلًا ومرحبًا کہتے ہوئے دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا سفر وحضر میں حامی و ناصر ہو۔ یہ سفر جو انہوں نے محض لِلّٰہ اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور جب وہ اپنے گھروں کو لَوٹیں تو اُن کی جھولیاں خدا تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں سے لبریز ہوں۔ اور جو اپنی مجبوریوں کی بناء پر اِس روحانی اجتماع میں شامل ہونے سے قاصر رہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی حُسنِ نیّت کا اجر دے اور حافظ و ناصر ہو۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی وفات پر مجلس ہائے خدام الاحمدیہ پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے قرار دادہائے تعزیت موصول ہوئی ہیں، انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں انہیں شامل اشاعت کیا جائے گا۔

موسیٰ پلٹ کہ وادئ ایمن اُداس ہے

(حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہؓ - ربوہ)

ہر برگ و شاخ ہر گُلِ گلبن اُداس ہے
ہر دل ز دردِ دُوریٔ مأمن اُداس ہے

اے ارضِ پاک دارِ اماں خطۂ حرم
واللہ کہ تیرے ہجر میں جیون اُداس ہے

اے پیارے قادیاں یہ مری چشمِ منتظر
جب سے ہوئے نہیں ترے درشن اُداس ہے

جب سے کہ چھُٹ گیا ہے ترا گوشۂ نشاط
بُلبل ہے دلفگار نشیمن اُداس ہے

مُضطر ہے تو بھی اپنے مکینوں کی یاد میں
محفل تری اُداس ہے گلشن اُداس ہے

جو زینتِ چمن تھے وہ گُل دُور جا بسے
رنگینیٔ بہار کا جوبن اُداس ہے

مرغانِ خوش نوا کی وہ تسبیحِ جانفزا
وہ جس کی یاد میں ترا گلشن اُداس ہے

اب طائرانِ قُدس کے ان زمزموں بغیر
لالہ اُداس نرگس و سوسن اُداس ہے

یعقوب کے ہیں راج دُلارے جو تجھ سے دُور
اِس غم میں تو، بہ گریہ و شیون اُداس ہے

یوسف بھی اشکبار ہیں کنعاں کی یاد میں
کنعاں ز دُوریٔ مہِ روشن اُداس ہے

آرام گاہِ ۔۔۔۔ دَوراں سے دُور ہیں
اِس غم میں آج ہر دلِ مومن اُداس ہے

دیدارِ کوئے یار پہ پابندیاں ہزار
دِل اِس خلش سے، کیوں ہے یہ قدغن، اُداس ہے

ہاں تجھ سے دُور اب تری اس انجمن سے دُور
پھیکا سا رنگِ زیست ہے تن من اُداس ہے

ہر ذرّہ کہہ رہا ہے کہ سیماب وار ہوں
موسیٰ پلٹ کہ وادئ ایمن اُداس ہے

(ماہنامہ "انصار اللہ" جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۴)

غزل

نتیجہ فکر جنابہ محترمہ مکرمہ بیگم صاحبہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب

میری آرزو کا حاصل میری زیست کا سہارا
وہ جو ایک عہد رنگیں تیرے ساتھ ہے گزارا

بے رہر ہے یہ دُنیا تخریب جس کا شیوہ
کبھی دو دلوں کا مِلنا نہیں کرتی جو گوارا

وہ جو خود ہی بے نوا ہیں وہ جو خود شکستہ پا ہیں
تیرے ذوقِ جستجو کو بھلا دیں گے کیا سہارا

طوفاں ہزار بھریں کشتی کو ڈر نہیں ہے
کیونکہ خُدا ہمارا ہے ناخُدا ہمارا

اِک آس سی بندھی ہے اُمید سوچتی ہے
اس زندگی میں شاید وہ آملیں دوبارا

(النصرت جنوری تا مارچ ۱۹۶۴ء
جلد دوئم شمارہ نمبر ۱)

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم کی المناک وفات (۳؍دسمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات) سے اگلے روز حضور ایدہ اللہ نے مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضور انور نے اپنے خطبہ میں حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے اوصافِ حمیدہ اور خدماتِ عالیہ کا مختصراً نہایت احسن پیرائے میں ذکر فرمایا اور فرمایا کہ وہ اپنی خدمات کی وجہ سے حقدار ہیں کہ سب احباب جماعت اُن کی بلندیٔ درجات کے لئے خاص دعائیں کریں۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے اپنے اِس انتہائی بصیرت افروز اور رُوح پرور خطبہ کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:۔

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا۔

حضور نے فرمایا۔ اللہ نے جو بہت بڑے خزانے عطا کئے ہیں اُن میں سے ایک بہت ہی عظیم خزانہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی قضاء نازل ہو جو دُنیوی حالات میں تکلیف دہ ہو تو ایک ہی نعرہ زبان پر لانا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حضور نے فرمایا یہ احسان خدا تعالیٰ نے مجھ اور آپ کے امام پر کیا کہ ایک ایسی اچھی ساتھی عطا کی۔ اس عطا پر مَیں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ پس خدا کی حمد کریں اور کثرت سے دُعائیں کریں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا وِرد کریں۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائیں اور دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس جانے والی رُوح کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اِن سارے غموں کو اُڑانے کے لئے ایک ہی فقرہ کافی ہے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

یہ موقعے غم کے نہیں بلکہ اللہ کی رحمتوں کے حصول کے ہیں اور انہیں غفلتوں سے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ہم اللہ کے وفادار بنے رہیں تو ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش اسی طرح نازل کرتا رہے گا جس طرح پہلے کرتا چلا آرہا ہے۔

(خلاصہ از الفضل ۷؍دسمبر ۱۹۸۱ء)

مومن کی اصل تعزیت

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سیدنا حضرت المصلح الموعود سورہ بقرہ آیت ۱۵۷
اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؕ
(جن پر جب بھی کوئی مصیبت آئے (گھبراتے نہیں بلکہ یہ) کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔)
کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ جزع فزع کرنے کی بجائے پورے یقین اور ایمان کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ نمونہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے امید رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ گھبرانے اور جزع فزع کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں اور اسی کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے سچے دل سے یہ کہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے مگر اپنے اندر نہایت وسیع مطالب رکھتا ہے۔

اس فقرے کے دو جملے ہیں۔ ایک تو اِنَّا لِلّٰہِ ہے یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور دوسرا اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ یعنی ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

پہلا جملہ اس مضمون پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی مالک اپنی چیز کو اپنے ہاتھوں تباہ نہیں کرتا بلکہ اسے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔۔۔ پس اگر بندہ محض خدا کا ہو جائے اور اسی کو اپنا مالک حقیقی سمجھے تو اس کے دل میں یہ وہم بھی نہیں آسکتا کہ وہ چیز جو خدا نے مجھ سے واپس لی ہے یا وہ مصائب جو مجھ پر نازل ہو رہے ہیں، ان میں میری تباہی اور بربادی مقصود ہے۔ جو مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا ہوں اور جس طرح ماں اپنے بچے کو گود میں رکھتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی مجھے گود میں اٹھایا ہوا ہے وہ یہ تصور بھی کس طرح کر سکتا ہے کہ میں تباہ کیا جاؤں۔۔۔۔۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ میں بتایا گیا ہے، کہ مصیبت اور ابتلاء کے آنے پر کافر تو سمجھتا ہے کہ

مَیں مارا گیا لیکن مومن یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس بَلا میں بھی میرے لئے کوئی خیر اور برکت کا پہلو پوشیدہ رکھا ہوگا۔

اِنَّا لِلّٰہِ کے **دوسرے معنی** یہ ہیں کہ مومن کو جب کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ جھٹ کہتا ہے کہ میرا تو اِس چیز کے ساتھ ایک عارضی تعلق تھا اصل تعلق تو خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے اور اُس کی خاطر اِس سے بھی میرا تعلق تھا اب اگر اُس نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت یہ چاہا ہے کہ میرا اِس چیز سے تعلق ٹوٹ جائے تو مَیں اُس کے فعل پر کیوں اعتراض کروں۔...... اگر میرے کسی عزیز کو خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بُلا لینا مناسب سمجھا ہے تو مجھے اِس پر کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔ اُسی کی چیز تھی اور وہی بُلانے کا حقدار تھا۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ کے ایک تو یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تباہ نہیں کرے گا اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہمارا تعلق صرف خدا کی وجہ سے ہے۔ پس جس بات میں ہمارا خدا راضی ہے اس میں ہم بھی راضی ہیں۔

تیسری بات جو قابلِ توجہ ہے کہ یہاں اَنَا لِلّٰہِ نہیں فرمایا بلکہ اِنَّا لِلّٰہِ فرمایا ہے۔ کہ یہ اقرار صرف انفرادی رنگ میں نہ ہو بلکہ ہر انسان علیٰ وجہ البصیرت اِس یقین پر قائم ہو کہ دُنیا کی ہر چیز خدا تعالیٰ کی ہے اور ہمارا اُن سے محض عارضی تعلق ہے۔ پس نہ صرف مجھے بلکہ دُنیا کے کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر اعتراض کرے۔...... وہ خدا جس نے ہمیں اتنی بڑی نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں اگر اُس نے کسی حکمت کے ماتحت ایک نعمت واپس لے لی ہے یا ہزاروں خوشیوں کے ہوتے ہوئے ایک مصیبت ہم پر آگئی ہے تو کیا ہوا۔ سب کچھ تو اُسی کا دیا ہوا ہے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے ایک چیز واپس لے لیتا ہے تو اس پر جزع فزع کرنے سے زیادہ اَور کیا حماقت ہو سکتی ہے۔

چوتھے معنی جو اِس سے زیادہ اعلیٰ اور مومن کے مقام کے مطابق ہیں وہ یہ ہیں کہ نہ صرف سب کی سب نعمتیں اُسی کی ہیں اور وہی اُس کا مالک ہے اگر ایک نعمت اُس نے واپس لے لی تو کیا ہوا بلکہ ہمارے پاس جو کچھ باقی ہے اگر وہ بھی ہم سے لینا چاہے تو ہم باقی چیزیں بھی اُس کی راہ میں دینے کے لئے تیار ہیں۔...... حقیقی مومن قربانی سے گھبراتا نہیں بلکہ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور اس کی کوئی قیمتی متاع ضائع ہو جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ مرنے والا اور باقی رہنے والے سب اُسی کے ہیں۔ پس اگر وہ اللہ کی چیز تھی اور ہم بھی اُسی کے ہیں تو اللہ تعالیٰ اگر اپنے ایک غلام کے پاس رکھوائی ہوئی امانت واپس لے گیا تو اُسے شکوہ کا کیا حق ہے۔ مَیں تو سب کچھ اس کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔

مگر یہ پہلا حصّہ کچھ استغناء ظاہر کرتا ہے اِس لیئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر دوسرا حصّہ اس کے ساتھ لگا دیا کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اس طرح تعزیت مکمل فرما دی۔ پہلے فرمایا تھا کہ اگر ہم تم کو کوئی انعام دیتے ہیں اور پھر وہ انعام تم سے لے لیتے ہیں تو تمہیں اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔...... اب اس کے بعد فرماتا ہے کہ یاد رکھو اگر تمہارا کوئی عزیز ہم نے

تم سے جُدا کر دیا ہے تو مومن کو یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ دُنیا سے کسی کا اُٹھ جانا دائمی جُدائی کا موجب تو نہیں ہوتا۔ اور فرض کر و کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہ ہوتی تب بھی کیا خدا کا حق نہیں تھا کہ جو چیز اُس نے دی ہے وہ اُسے واپس لے لے لیکن وہ زائد وعدہ یہ کرتا ہے کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک شخص اگر خدا کے پاس گیا ہے تو ہم بھی ایک دن اُسی کی طرف چلے جائیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کسی نے پہلے سفر طے کیا اور کوئی بعد میں سفر کے لئے چل پڑیگا۔ ورنہ منزلِ مقصود سبھی کی ایک ہی ہے۔ تو اس میں گھبراہٹ کی کونسی بات ہے...... تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے یہ اقرار کرو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے ہم اُس کے شکر گزار ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم سارے ایک دن خدا کے پاس جمع ہونے والے ہو۔ پس فرماتا ہے کہ جب تم سارے ایک دن اکٹھے ہونے والے ہو تو خدا کے فعل پر شکوہ یا جزع فزع کتنی بڑی نادانی ہے....

پس مومن کی اصل تعزیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہی ہے۔ باقی جہاں تک جسم کا تعلق ہے جسم جب کٹتا ہے تو ضرور دُکھ پاتا ہے۔ صحابہؓ جنگوں میں شہید ہوئے اور اپنی خوشی سے شہید ہوئے لیکن جہاں تک جسم کے کٹنے کا سوال ہے اُن کو ضرور تکلیف ہوئی۔ پس جسم بے شک دُکھ پاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہوتا ہے اُس بندے پر جس کی رُوح خدا کے آستانہ پر جُھکی رہے اور اُس سے کہے کہ اے میرے رب! مجھے کوئی شکوہ نہیں۔ تُو نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ یہی عین مصلحت تھی اور یہی چیز میرے لئے بہتر تھی۔ تیرا فعل بالکل درست ہے اور گو مجھے سمجھ میں نہ آئے مگر یہی کہتا ہوں کہ تیرا کوئی کام حکمت کے بغیر نہیں۔

اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں ایک اور بھی مضمون بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی رنج انسان کو پہنچتا ہے تو فطرت کہتی ہے کہ میرے اندر آخر کوئی کمزوری تھی تبھی تو مجھے یہ دُکھ پہنچا۔ اگر مَیں طاقتور ہوتا تو مجھے یہ دُکھ کیوں پہنچتا۔ اب اس دُکھ کو کوئی طاقتور ہی دُور کر سکتا ہے۔ غرض رنج ہمیشہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی بیرونی طاقت مدد کرے اور جب انسانی ذہن کو فطرت اس طرف لے جاتی ہے کہ اب کوئی غیر طاقت ہی مدد کرے تو معًا اس کا دل اُدھر مائل ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کون ہے جو اِس دُکھ کو دُور کرے۔ چنانچہ اُس وقت وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں اللہ کا ہی ہوں اور مَیں اُسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اُس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جو میری مدد کرے۔ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے بے شک یہ بھی معنے ہیں کہ آخر ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اگر ہم نے لَوٹنا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف لَوٹنا ہے۔ اگر ہم نے گریہ و زاری کرنی ہے تو اس کے سامنے ہی کرنی ہے...... پس انسان کا فرض ہے کہ جب اسے کوئی رنج پہنچے تو وہ فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے...... جب وہ ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے اور اس کے مصائب کو دُور فرما دیتا ہے۔

اسی طرح وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں یہ لطیف مضمون بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے غلام ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پس اگر ہم صبر سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس صدمہ کا بہتر بدلہ مل جائے گا۔ پھر ہمیں کسی جزع فزع کی کیا ضرورت ہے۔ گھبراہٹ صرف اُسے ہو سکتی ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ دکھوں اور تکالیف کے بدلہ میں کوئی جزا مقدر نہیں مگر مومن تو سمجھتے ہیں کہ جب ہم خدا تعالیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ ہمارے دکھوں کا بدلہ اپنے غیر معمولی انعامات کی شکل میں عطا فرمائے گا۔ اور جب کوئی ایمان اور یقین کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو تو اُسے بے صبری دکھانے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صابرین کی تعریف فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ ہمارے نزدیک کون لوگ صابر ہیں۔ اسلام کے نزدیک صابرین کی تعریف یہ ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو ان کی توجہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو پھر مایوسی کیسی۔ ایک بچہ جب ماں کی گود میں ہوتا ہے تو وہ کسی سے نہیں ڈرتا اسی طرح وہ بھی اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی گود میں سمجھتے ہیں اس لئے کسی مصیبت کے آنے پر مایوس نہیں ہوتے۔۔۔۔۔

غرض یہ بظاہر ایک چھوٹا سا جملہ ہے مگر اپنے اندر وسیع مطالب رکھتا ہے اور جو لوگ صاحبِ حال ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس فقرہ کے کہنے سے جن تکالیف کا ازالہ ممکن ہو اُن کا ازالہ ہو جاتا ہے اور جن کا ازالہ ناممکن ہو اُن کا انسان کو کسی اور رنگ میں بدلہ مل جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ مُردے اس دُنیا میں واپس نہیں آتے۔ پس اگر کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس سُنّت اور فیصلہ کے ماتحت وہ زندہ ہو کر اس دُنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ لیکن اگر یہ فقرہ پورے ایمان اور اخلاص سے کہا جائے تو کہنے والے کو کسی نہ کسی رنگ میں، اس کا بدلہ مل جاتا ہے ۔۔۔۔۔۔

بندہ جب سچے دل سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتا ہے اور مصائب پر صبر سے کام لیتا ہے تو مومن کی یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی عرش پر بے تاب ہو جاتا ہے اور وہ اس کی محبت اور اخلاص کی جزا دینے کے لئے اُسے اپنی ہدایت کی راہوں پر چلاتے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے۔۔۔۔ اور وصلِ الٰہی کے دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں۔" (تفسیر سورۃ البقرہ ص ۲۹۶، ص ۳۰۲)

محترمہ
صاحبزادی
امۃ الشکور
صاحبہ

یکایک یہ کیا سانحہ ہو گیا
زمیں کھو گئی آسماں کھو گیا

میرے زخم پھر سے ہیں رِسنے لگے
میرا غم بڑھا لادوا ہو گیا

زباں بند ہے پُوچھ سکتی نہیں
یہ کیوں ہو گیا اور کیا ہو گیا؟

نہ پیدا ہوا جس کا نعم البدل
وہ اَنمول ہیرا کہاں کھو گیا

ہے حکمِ الٰہی کہ اُف تک نہ ہو
تو اِس حکم پر سرنگوں ہو گیا

نظر ڈھونڈتی ہے وہ مِلتا نہیں
میری ماں کا پیکر کہاں کھو گیا

نہیں ایک تُو ہی مگر جانِ جاں
بھرا گھر بھی خالی مکاں ہو گیا

مَیں سجدے میں گِر کے بھی تڑپی مگر
خُدا نے جو چاہا وہی ہو گیا

مشیّت یہی ہے مِلیں گے کبھی
یہاں گر نہیں اُس جہاں میں سہی

وہ کاتبِ تقدیر کا اِک حرفِ جلی تھی[1]

وہ پیکرِ ایثار تھی، تصویرِ وفا تھی
کہنے کو تو فانی تھی مگر جوئے بقا تھی

وہ قصرِ خفا میں اُجالے کی طرح تھی
تھی چاند مگر۔ چاند کے ہالے کی طرح تھی

ہر ایک نظر اُس کی نجابت کی امیں تھی
جنّت کی کوئی حُور تھی پر خاک نشیں تھی

ہر بات میں تھا اُس کی صداقت کا قرینہ
اُلفت کا، شرافت کا، محبّت کا قرینہ

پھیلے ہُوئے رنگوں کی دھنک اُسکی ادا تھی
غیرت کا مُرقّع تھی وہ فانوسِ حیا تھی

ہر فعل تھا اَشراف کی عظمت کی شہادت
ہر قول تھا مُنہ بولتی تنویرِ ہدایت

خودداری و تہذیب کے سانچوں میں ڈھلی تھی
وہ کاتبِ تقدیر کا اِک حرفِ جلی تھی

شوہر کا ہر اِک گام پہ یُوں ساتھ نبھایا
جِس طرح چلے ساتھ کِسی شخص کا سایہ

کیا کیا نہ عزائم تھے جو معدُوم ہُوئے ہیں
کس گوہرِ تابندہ سے محروم ہُوئے ہیں

منصُورہ کو اللہ محبّت سے نوازے
اپنے کرمِ خاص سے۔ رحمت سے نوازے

ثاقب زیروی

[1] حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدھا کی وفاتِ حسرت آیات پر۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی نماز جنازہ کی چند تصاویر

سیّدہ منصُورہ بیگم چل بسیں

سیّدہ منصُورہ بیگم چل بسیں!　　دِل کو آتا ہی نہیں اِس کا یقیں

بات کچھ ایسی ہے اَنہونی کہ بس　　ماننا اِس کو نہیں قلبِ حزیں

کیا کہیں کیونکر کہیں کِس سے کہیں　　کِس طرح اِس بات کا آئے یقیں

میرے آقا کا مگر ارشاد ہے　　اِس لئے ماننے بِنا چارہ نہیں

جِس کو دیکھو دَرد کی تصویر ہے　　سَانحہ ہے اِس قدر اندوہگیں

ہر طرف افسُردگی کا راج ہے　　زندگی میں کوئی دِلچسپی نہیں

ہم کو تنہا اور بِلکتا چھوڑ کر　　ہو گئیں خود داخلِ خُلدِ بریں

کِس طرح اَوصاف ہوں اُن کے بیاں　　اُن کا ہر اِک خُلق تھا خُلقِ حَسیں

حُجّۃ اللہ کی تھیں وہ لختِ جگر　　بنّتِ　　کی تھیں دُخترِ اَوّلیں

مصلح موعود کی بھانجی۔ بہو　　رازہائے ناصرِ دِیں کی امیں

شوہرِ والا گُہر کی دستِ راست　　اور جماعت کے لئے حَبلُ المتیں

ہر کوئی گرویدۂ اَخلاق تھا　　آپ کی باتیں تھیں مثلِ انگبیں

احمدیّت کے چمن کی آبرو　　شخصیّت تھی آپ کی عہد آفریں

بسملِ ناچیز کی ہے یہ دُعا

صبر کی توفیق دے ہم کو خُدا (آمین)

قرشی عبدالاحد بسملؔ

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاب

عبدالکریم قدسی
لاہور

لوگ تا حدِّ نظر
جن کا نہیں کوئی شمار
آنسوؤں نے مان لی ہے
ضبط کے پشتوں نے ہار

اَن گنت
چہرے ہیں بھیگے
اَن گنت
آنکھوں میں اَشک
کون یُوں رخصت ہوُا
آکاش کو آیا رشک

کون لا سکتا ہے
ایسے دفن کے منظر کی تاب
آسماں جب کہہ اُٹھے
یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاب

مکرم محمد ادریس صاحب عاجز عظیم آبادی

احمدی دُنیا ہوئی کیوں مضطرب اور بیقرار
چشمِ ہر پیر و جواں اور طفل و زن ہے اشکبار

نیرِّ تاباں بھی کیوں دُھندلا گیا ہے چرخ پر
روزِ روشن ہو گیا مثلِ شبِ تاریک و تار

ہے جگر خامے کا شق، کیسے لکھے، یارا نہیں
اشک ہائے خون سے کاغذ ہُوا ہے داغدار

زینتِ ایوانِ ذُوالقرنین سُوئے خُلد رفت
تھی یہی منشائے خلّاقِ جہان و کردگار

آگئے "اِنَّا لِلّٰہ" کے "اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"
آیتِ قرآں پڑھ کر صبر کیجے اختیار

صبر کی طاقت کہاں جاتے رہے ہوش و حواس
اس کی قوّت دے وہی جو سب کا ہے پروردگار

ناصرِ دینِ کی تھیں انیسِ زندگی
نورِ چشم سیّدہ مبارکہ، عالی تبار

حُجّۃ اللہ نواب صاحب کی تھیں وہ لختِ جگر
دودمانِ صدرِ جہاں کی تھیں گہرِ تابدار

تھیں کشادہ دست و شفیق و مہرباں بنتِ کریم
غمزدہ غمگیں پریشاں حال کی تھیں غمگسار

دردمندوں بے کسوں کی تھیں وہ اِک جائے پناہ
لاکھوں آنکھیں یاد میں اُن کی ہوئی ہیں اشکبار

مَلکۂ عالم خلیق و دلنواز و خندہ رُو
مہرِ رخشانِ خلافت کی تھیں ماہِ زرنگار

موت سے کس کو ملی ہے رستگاری دہر میں
گو گدائے بے نوا ہو یا ہو کوئی تاجدار

وجہِ تخلیقِ دو عالم شاہنشہِ ہر بحر و بر
وہ بھی دُنیا سے گئے از حکمِ ربِّ کردگار

بس وہی یکتا یگانہ حیّ اور قیّوم ہے
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ پر غور کیجے بار بار

گردشِ گردُوں گرداں کی شکایت ہے فضول
یہ گلستانِ جہاں ہے بے بقا ناپائدار

چند سانسوں کا ہے مجموعہ حیاتِ آدمی
چار دن کی زندگانی اور وہ بھی مستعار

ہو خلافت کی وفا سرمایۂ جہدِ حیات
پائیں گے ہم بس اسی سے لطف ہائے کردگار

وجہِ بربادی بنی کوتاہیٔ ذوقِ عمل
بس عمل کی راہ میں اپنا قدم ہو استوار

حق تعالیٰ نے لگایا احدیت کا نہال
تا اَبَد قائم رہے بس اُستوار و پائدار

ہے خلافت ہی سے قائم سوز و سازِ زندگی
ہوں اسی سے ہم جہاں میں کامران و کامگار

کیجئے اب یہ دُعا اُن کے مدارج ہوں بلند
اور خلافت سے رہے اپنا تعلق استوار

عاجزِ ناکارہ کی ہے یہ دُعا اب پیشِ ربّ
گرچہ ہے عاصی حقیر و دردمند و نابکار

رَبَّنَا یَا رَبَّنَا دِل دادہ اُش دِل شاد باد
تا اَبَد اندر جوارِ رحمتش آباد باد

پیاری امّی کا خط

بہت پیارے فرید ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہمارے خاندان میں مَیں وہ ماں ہوں جس نے بچوں کی ہر رنگ میں خدمت کی۔ اپنی ساری توجہ، سارا آرام، ساری بڑی دلچسپیاں تج دی تھیں مگر جب تم لوگوں نے ہوش سنبھالا اور تمہاری عمر کا وہ دَور آیا جو تعلیم و تربیت کا وقت تھا۔ ٹھیک ہے بعض ناساعد حالات بھی پیدا ہوئے اور بعض ایسے دَور بھی آئے جن سے پوری توجہ یکسوئی سے نہ ہوسکی۔ مگر جہاں تک ہوسکا کیا اور دُعائیں تو وقف ہی رہیں۔ کیسے کیسے رنگ اور پہلو ہیں ان دعاؤں کے جو تم لوگوں کو بھی خبر نہیں۔ میرا ہر وقت تم لوگوں کے لئے دعاؤں سے بھرا ہے۔ فکر و احساس کا دباؤ ہر وقت میرے اعصاب پہ چھایا ہے۔ میری تمنّائیں تم لوگوں کے لیئے بہت وسیع تھیں اور ہیں۔ تم لوگ یہ بھول جاتے ہو کہ مَیں صرف ایک ماں نہیں، ایک مومن ماں ہوں جس پر (حضرت اقدس) کی امانتوں کی بھاری ذمّہ داری ہے اور اس پر ماتا کی یہ تڑپ کہ ساتھ ساتھ تم لوگ صحت مند ہو، زندگیاں پاؤ، ہر آفت، بلا سے، ہر حادثہ سے، ہر شر سے محفوظ رہو۔ یہ ساری فکریں بھی ساتھ ہیں۔ اللہ تعالےٰ تم سب کا حافظ و ناصر ہو۔ مَیں تو بہار زمیں بھی یہ دُعا کرتی رہی ہوں کہ مولا مَیں کیا چیز ہوں یہ سب حضرت امّاں جان اور (حضرت اقدس کی دُعاؤں کا ثمر ہیں۔ یہ تیرے احمد کی نسل ہیں تو خود اپنے سارے انعاموں، دُنیاوی حسنات سے نواز۔ مَیں تو وہ دُعائیں بھی کرتی ہوں جو تم خیال میں بھی نہیں لاسکتے۔ ...... تم بچوں میں باہمی اتحاد و اتفاق اور پیار تو تمہارے دادا دادی نانا کی طرف سے خون میں ورثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ..... مگر فرید! خدا کی نعمتوں کا اس رنگ میں شکر کرو کہ اپنے جوہروں کو زنگ آلود نہ ہونے دو اور کمزوری پہ نگاہ خود رکھو۔ فطری خوبیوں کو دُعا اور کوشش سے اُجاگر کرتے چلے جاؤ۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہم جان کر کنارا کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نوازے گا۔ خود سیدھی شاہراہوں پر چلنے کے سامان پیدا کرتا چلا جائے گا۔ میری دُعائیں سالہا سال پہ بکھری ہیں۔ اور ماؤں کی دُعائیں خدا تعالیٰ سُنتا ہے۔ مَیں اِس ایمان کے زور پہ تم سب کے لئے ہر لمحہ دعائیں کرتی ہوں۔ اِن دُعاؤں کو نعمت جانو۔ تمہاری صحت کی سخت فکر ہے اور مَیں تمہارے کام کے لئے بھی دُعا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہارے کاموں میں بہتری اور خیر و برکت کے سامان پیدا کرے۔

اچھا خدا حافظ

والسلام

تمہاری امّی

قرار دادِ تعزیت مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ

رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ چند روز کی شدید علالت کے بعد ۳/۴ دسمبر ۱۹۸۱ء کی درمیانی شب قریباً ۱/۲ ۸ بجے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت سیدہ مرحومہ حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی لختِ جگر تھیں۔ سیدنا حضرت اقدس کی نواسی ہونے کے علاوہ آپ قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی حرم محترم تھیں۔ حضور انور کی حرم محترم ہونے کے ناطے آپ کو عالمگیر سطح پر اہم دینی خدمات بجا لانے کی سعادت ملی۔

آپ کو قریباً ۶ بیرونی ممالک کے دوروں میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی احمدی مستورات کی تعلیم و تربیت میں کلیدی کردار ادا کرنے کی توفیق پائی۔

حضرت سیدہ مرحومہ کو ایک عظیم، منفرد اور تاریخ ساز خصوصیت یہ حاصل ہے کہ ارضِ سپین میں ۱/۲ ۷ سو سال بعد تعمیر ہونے والی پہلی مسجد کی بنیاد میں دنیا بھر کی احمدی مستورات کی نمائندگی کرتے ہوئے حضور انور کے فوراً بعد بنیادی پتھر نصب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی ذات قرآنی تعلیم اور دینی شعار کا ایک گراں قدر نمونہ تھی۔ آپ دلیر، صائب الرائے، صاحب فراست، حلیم الطبع، بے نفس اور منکسر المزاج خاتون تھیں۔ حضور انور کی شبانہ روز مصروفیات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں آپ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بہترین رفیق اور دستِ راست تھیں۔ یقیناً آپ عظیم الشان قربانیاں کرنے والی ایک عظیم خاتون تھیں۔

اس عظیم اور بزرگ ہستی کے انتقال پُر ملال پر ہم ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ غمناک دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ اپنے جان سے پیارے آقا کے حضور، حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضور انور کے صاحبزادگان محترم صاحبزادہ انس احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب، آپ کی صاحبزادیوں محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الحلیم بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ مرحومہ کے بھائی اور بہنوں محترم نواب مسعود احمد خان صاحب، محترمہ بیگم صاحبہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب، محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ، محترمہ آصفہ بیگم صاحبہ اور دیگر افرادِ خاندان حضرت اقدس سے گہرے رنج و غم اور دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ مولیٰ کریم حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ کو اپنے قرب خاص سے نوازے اور ہر آن آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و عمر میں برکت بخشے اور جملہ پسماندگان اور افرادِ خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں حزین و دلفگار

ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

ہم قائدین اضلاع وعلاقہ مجالس خدام الاحمدیہ پاکستان حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وفات حسرت آیات، پر گہرے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ آپ حضرت اقدس کی سب سے بڑی نواسی، حضرت مصلح موعود کی پہلی بہو اور سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حرم میں داخل تھیں۔ آپ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت بیگم صاحبہ کو حضور انور ایدہ اللہ کی معیت میں جن دینی خدمات کی توفیق ملی ہے وہ قابل ستائش ہیں۔ آپ کو حضور ایدہ اللہ کے بیرونی ممالک کے دوروں میں سات مرتبہ ہمرکاب رہ کر آپ کی ذاتی خدمات، دینی مصروفیات میں بھرپور تعاون کے علاوہ وسیع پیمانے پر جماعتی خدمات بجالانے کی بھی توفیق ملی اور بیرونی ممالک کی احمدی خواتین میں تقریریں اور ملاقاتیں فرما کر آپ نے ان کی تعلیم و تربیت میں گرانقدر خدمت انجام دی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ آمین۔

حضور ایدہ اللہ کے ساتھ تیرہ ممالک کے جس مصروف ترین دورہ میں آپ شریک ہوئیں وہ اس لحاظ سے بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ حضرت بیگم صاحبہ کو جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے سات سو سال بعد سپین میں تعمیر کی جانے والی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی مبارک تقریب میں شرکت اور دنیا بھر کی احمدی خواتین کی طرف سے بنیادی اینٹ رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ جیسے بزرگ اور بابرکت نافع وجود کی وفات پوری جماعت کے لئے ایک صدمہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اس افسوسناک موقع پر اپنے پیارے آقا اور امام حضور انور ایدہ اللہ، محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الحلیم صاحبہ کے علاوہ محترم نواب مسعود احمد خاں صاحب، محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ سے اور دیگر افراد خاندان حضرت اقدس سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سیدہ موصوفہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں قائدین اضلاع وعلاقہ مجالس خدام الاحمدیہ (پاکستان)

قرارداد تعزیت بروفات حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم سیّدنا حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

منجانب مجلس خدّام الاحمدیہ مقامی قادیان

آج مورخہ ۴ فتح ۱۳۶۰ ہش یہ اندوہناک اطلاع یہاں قادیان میں موصول ہوئی کہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کل مورخہ ۳ فتح کو رات ساڑھے آٹھ بجے وفات پاگئیں۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ اِس سانحہ سے ہم قادیان کے تمام خدام نہایت ہی غمزدہ اور افسردہ ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، خاندان حضرت اقدس اور تمام افرادِ جماعت کو اِس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سیّدہ موصوفہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے دستِ راست تھیں۔ بیرونی ممالک کے دوروں میں آپ اکثر مواقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ رہیں ان دوروں میں آپ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عظیم مصروفیات میں ہاتھ بٹانے کے علاوہ لجنات اماء اللہ کی تربیت بھی فرماتی رہیں۔ حضرت سیّدہ موصوفہ کی وفات سے جماعت کو ایک عظیم نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوگیا ہے اس کے سلئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے اِس خلاء کو پُر فرمائے اور تمام جماعت کو بے نظیر اسلامی تحمل و صبر سے کام لیتے ہوئے اِس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ نیز سیّدہ موصوفہ کو اللہ تعالیٰ جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین

ہم ہیں غمزدہ ممبران

مجلس خدّام الاحمدیہ مقامی

قادیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

جان سے پیارے بھائیو اور بہنو!

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

بُلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آنکھیں اشکبار ہیں اور دل غمگین و محزون مگر ہم اپنے ربّ کی رضا پر راضی اور اُس کی تقدیر پر خوش ہیں کہ بلانے والا ہمیں جانے والے سے زیادہ پیارا ہے۔ اُس کا ہر کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ ہم سب اسی کی امانتیں ہیں منصورہ بیگم بھی اُسی کی امانت تھیں سو اُس نے واپس لے لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ہم اُس پہ توکّل کرتے ہیں اور اسکی طرف سے آنے والے اِس بھاری امتحان کو قبول کرتے ہیں۔ اِنِّیۡ مَعَ اللّٰہِ فِیۡ کُلِّ حَالٍ ہمارے دل کی آواز اور ہماری رُوح کی پکار ہے۔

منصورہ بیگم کی بیماری میں بھی اور وفات کے بعد بھی آپ سب نے جس پیار اور محبّت اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے اُس سے ایک بار پھر ہمارے محبوب اور ہمارے پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کی سچّائی ظاہر ہو جاتی ہے کہ مومن ایک ہی جسم کے اعضاء ہیں جب ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم اسے محسوس کرتا ہے اِس لئے یہ درد اور یہ غم مشترک اور یہ صدمہ سانجھا ہے۔ اور یہ سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے عاشقِ صادق کی ہی برکت ہے۔

آپ کے اِس پیار اور محبّت اور اخلاص کی میرے دل میں بہت قدر ہے اور اس کے لئے مَیں آپ سب کا بہت ممنون ہوں۔ اِس کے شکریہ میں مَیں آپ کے لئے دُعا ہی کر سکتا ہوں۔ میرا ربّ آپ کے اِس اخلاص کو قبول کرے۔ ہر دُکھ اور پریشانی سے آپ کو بچائے۔

جس طرح وفات سے اگلے روز جُمعہ کے خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا منصورہ بیگم کو خدا نے ان تمام خوبیوں سے

نوازا تھا جو میری ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے میری شریکِ حیات میں ضروری تھیں۔ وہ میری ہر ضرورت کا خیال رکھتیں۔ ہمہ وقت مجھے آرام پہنچانے کی کوشش میں لگی رہتیں اور یہ دھیان رکھتیں کہ مجھے اپنے فرائض انجام دینے میں کسی قسم کی اُلجھن اور پریشانی نہ ہو۔ بڑی صاحب الرائے تھیں۔ ہمیشہ صحیح مشورہ اور درست رائے دیتیں۔ جماعت کے کاموں میں میری معاون اور مددگار تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ۴۷ سال کی اس رفاقت میں انہوں نے ہمیشہ میری ہی مانی کبھی اپنی نہیں منوائی۔ اپنی بات ہمیشہ چھوڑی اور اپنی مرضی میری مرضی پر قربان کی۔

آپ سب کے لئے اُن کے دل میں محبت اور پیار کے گہرے جذبات تھے۔ وہ ہمیشہ آپ کی خیر خواہ رہیں اور آپ کی بھلائی کے لئے دُعائیں کرتی رہیں۔ اس لحاظ سے آپ پر اُن کا یہ حق ہے کہ آپ ان کے لئے دُعائیں کریں کہ آخری اور دائمی زندگی کا مالک اُنہیں اپنی رحمت اور بخشش کی چادر میں ڈھانپ لے اور جس طرح ان کی یہ زندگی اس نے سایہ میں گزری ہے اُس زندگی میں بھی وہ اُس کی رحمت کے سایہ میں جگہ پائیں۔

اے ہمارے رحیم اور ودود خدا! تیری شفقت اور محبت اور پیار کی نظر اُن پر رہے اور سکینت اور قرار انہیں عطا ہو۔ تیرا مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کی وہ عاشق تھیں اور تیرا برگزیدہ ...... جس کی وہ بیٹی اور بہو تھیں اُنہیں اپنی محبت اور اپنے پیار کی آغوش میں جگہ دیں۔

اے میرے ربّ! میرے رحیم اور کریم خدا! میرے پیارے [illegible] میں رکھ جس پیار اور محبت اور اپنائیت اور اخلاص کا اظہار انہوں نے میرے ساتھ کیا ہے اُسی پیار اور محبت [illegible] ان سے کر۔ شفقت اور رحمت کی نظر سے ان کو دیکھ۔ اے میرے مہربان اور رحمٰن خدا! تُو ان کا ہو جا اور یہ تیرے [illegible] میں۔ میری آنکھیں ہمیشہ ان سے ٹھنڈی رہیں۔ میرا دل ہمیشہ ان سے راضی رہے اور میری رُوح ہمیشہ ان سے خوش رہے۔

اے میرے ربّ! مجھے ان کی کوئی تکلیف نہ دکھا۔ ہر خیر ان کو عطا کر اور ہر بھلائی کا ان کو وارث کر۔ یہ دنیا میں تیری [illegible] اور دلوں میں تیری اور تیرے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قائم کرنے والے ہوں۔ اے خدا! تُو ایسا ہی کر۔

والسّلام

مرزا ناصر احمد

۱۲-۸ ۱۳۶۰ ہش / ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جزا دے

ماں کی جُدائی

آناً فاناً جُدائی

بے انتہا پیار کرنے والی ماں

ہمارے دُکھ درد میں ہماری تسکین

نیم شب ہمارے لئے آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہونے والی ماں کی ـــــ اپنے مولا۔ رفیقِ اعلیٰ کے حضور حاضری پر دل غمگین ـــــ آنکھیں اشکبار ہیں ـــــ لیکن خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں

جماعت کے چھوٹوں۔ بڑوں۔ بھائیوں۔ بہنوں نے اِس عظیم صدمہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے وابستگی کے رشتہ کی وجہ سے ہمیں گلے لگا کر محبت بھرے خطوط کے ذریعہ تعزیت فرما کر ہماری ٹوٹی ہوئی ہمّت کی ڈھارس بندھائی اور وفات سے قبل بیماری میں بڑے پیار ـــــ محبت ـــــ خلوص اور تعاون کا اظہار فرمایا۔ پاکستان اور بیرون پاکستان سے پیارے بہن بھائیوں۔ بزرگوں کی طرف سے اظہارِ خلوص و غمخواری کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

ہم فرداً فرداً سب کا شکریہ ادا کرنے کی ابھی ہمت نہیں پاتے۔ ہم صرف خدا کے حضور دُعا ہی کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی جناب سے سب بھائیوں، بہنوں اور بزرگوں کو اس پیار اور محبت کی احسن جزا دے۔ دین و دُنیا میں اُن کا حافظ و ناصر ہو۔ اُن کی مصیبتوں کو دُور کرے اور اپنے فضلوں کی بارش اُن پر برسائے۔ ہم آپ سب کی خدمت میں یہ درخواست بھی کرتے ہیں کہ ہمارے لئے دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ ابّا حضور (ایدہ اللہ تعالیٰ) کی عمر اور صحت میں برکت دے ہمیں اِن کی خدمت کی توفیق بخشے اور ہم سے وہ کام لے جو اُس کی رضا کا موجب ہوں۔

نیز اس نوٹ کے ذریعہ ہم اُن تمام دوستوں کا جن میں ڈاکٹر صاحبان خصوصاً حضرت صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب، ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشّر احمد صاحب، محترم ڈاکٹر مسعود الحسن صاحب نوری، محترم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی۔ اور ربوہ، فیصل آباد، لاہور، راولپنڈی، کراچی اور جماعت احمدیہ انگلستان کے احباب۔ اِسی طرح مغربی جرمنی کے مبلغ انچارج (جو روزانہ ٹیلکس پر ہدایات لے کر بیرونِ پاکستان کے احباب کو اطلاعات دیتے رہے اور دوائیوں وغیرہ کی بروقت فراہمی کا انتظام فرماتے رہے) کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے بیماری کے دوران دن رات ایک کر کے امّی کی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔

احبابِ جماعت کی دُعاؤں کے طالب

مرزا انس احمد مع بیگم

مرزا فرید احمد مع بیگم

مرزا لقمان احمد مع بیگم

امۃ الشکور بیگم

امۃ الحلیم بیگم و مرزا مجیب احمد

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدھا کا ذکرِ خیر

حضور انور کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ فرمودہ ۴ دسمبر ۱۹۸۱ء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا میرا اُن (منصورہ بیگم صاحبہ) کا ساتھ بڑا لمبا تھا۔ قریباً ۴۷ سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے اور اس عرصے میں جہاں انہیں مجھے دیکھنے اور سمجھنے اور پرکھنے کا موقع ملا اسی طرح مجھے بھی انہیں دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔

حضور نے حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کے ساتھ گزرے ہوئے ایّام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہمارا رخصتانہ ۵ راگست ۱۹۳۴ء کو ہؤا تھا اور ۶ راگست کو مَیں انہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا اور ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء کو مَیں اپنی تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہوگیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقع دیا کہ مَیں ان کی طبیعت سمجھوں۔ ایک ذرّہ بھر بھی انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہؤا کہ مَیں اپنی وہ تعلیم مکمّل نہ کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔

حضور نے فرمایا ہماری شادی ان بہت سی بشارتوں کے نتیجے میں ہوئی تھی جو حضرت امّاں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم نوّر اللہ مرقدھا کو ہوئی تھیں اور یہ رشتہ حضرت امّاں جان نے خود کروایا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے ماتحت خود کیا تھا۔ اور میرے لئے ایک ایسی ساتھی عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیّت بھی رکھتی تھی اور عزم اور ارادہ بھی رکھتی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اِس عطا پر مَیں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اِس موقع پر مَیں مختصراً بعض باتیں بیان کرکے امید کرتا ہوں کہ ہم اس جانے والی

رُوح کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں کہ وہ خطاؤں کو معاف کرے اور اپنی رحمتوں سے نوازے۔

حضور نے حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر جاری رکھتے ہوئے اُوپر بیان کردہ حصولِ تعلیم کی غرض سے انگلستان جانے کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شادی کے ایک ماہ بعد ہنستے ہوئے چہرے سے رخصت کر دینا اور پھر قریباً ساڑھے تین سال کی جُدائی کا عرصہ گزارنا ان کے ذاتی اوصاف پر دلالت کرتا ہے ۔ اِس جُدائی نے اُن کی طبیعت پر کوئی اثر نہیں ڈالا اور جس مقصد کے لئے حضرت مصلح موعود نے میرے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کرنے کو پسند کیا اس مقصد کے حصول کے دَوران انگلستان میں اپنے قیام کے دَوران مجھے ایک دن بھی یہ فکر نہیں ہُوا کہ وہ اس جُدائی سے گھبرائیں گی کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ وہ گھبرانے والی رُوح نہیں۔ حضور نے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب مَیں تعلیم مکمل کر کے ۱۹۳۸ء میں واپس آیا تو ہجرت ۱۹۴۷ء تک قریباً نو سال کا عرصہ ان کے ساتھ قادیان میں رہا۔ مَیں واقفِ زندگی تھا اور کوشش کرتا تھا کہ اسماً بھی اور عملاً بھی واقفِ زندگی بنوں اور انہوں نے بھی میرے ساتھ عملاً خدمتِ دین کے لئے زندگی وقف کئے رکھی۔

حضور نے فرمایا کہ وہ میری زندگی میں اِسقدر ساتھ دینے والی تھیں کہ جبکہ مَیں قادیان میں مجلسِ خدام الاحمدیہ کا صدر تھا ایک دن عصر کے بعد کسی دُور کے محلے میں خدام الاحمدیہ کا کوئی پروگرام بنایا گیا۔ مجھے گھر سے باہر جانا تھا اور گھر میں میری بچی امۃ الشکور بڑی سخت بیمار تھی۔ اسے اِس شدّت کے اسہال تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا وزن نصف رہ گیا۔ بدن کا سارا پانی نچڑ گیا۔ میری طبیعت نے گوارا نہیں کیا کہ مَیں اپنا پروگرام کینسل کر دوں اور بچی کے پاس ٹھہروں۔ مَیں نے ہومیوپیتھی کی ایک دوائی بچی کے مُنہ میں ڈالی اور منصورہ بیگم سے کہا کہ شفا اور زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے میرے پاس رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی گھبراہٹ اُن کے چہرے پر نہیں آئی اور انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھے رخصت کر دیا۔ حضور نے فرمایا اِس وقت بھی میرے سامنے وہ مسکراتا ہُوا چہرہ ہے ـــــ ! اور اللہ کی شان یہ کہ جب مَیں واپس آیا تو بچی صحتمند تھی۔

حضور نے فرمایا کہ اس کے بعد جماعتی کاموں کے سلسلہ میں بہت مصروفیات اور تکلیف کے وقت بھی آئے۔ ہجرت ۱۹۴۷ء کا وقت آیا جو کہ شدید رُوحانی، ذہنی اور جسمانی اذیّت کا دَور تھا اِس لئے کہ ہمیں نظر آرہا تھا کہ ہمارا وہ مرکز جس میں (حضرت اقدس) مدفون ہیں چھوٹ جائے گا اور قتل و غارت اتنی ہو رہی تھی کہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتا تھا وہ مظلوم تھا اسے قتل کیا جارہا تھا اسے شہر بدر اور ملک بدر کیا جارہا تھا۔ ان کے اموال لُوٹے جارہے تھے عزّتیں خراب کی جارہی تھیں اور ان کی عزّتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے لُوٹا جارہا تھا اُس وقت سب لوگ یہ بات بھُول گئے تھے کہ کس فرقہ کی طرف وہ منسوب ہو رہے ہیں صرف ایک بات یاد تھی کہ وہ اللہ اور محمدؐ کی طرف

منسوب ہونے والے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ان انتہائی
خطرناک دنوں میں جب میں جیپ میں بیٹھ کر اِرد گرد کے
دیہاتوں کے دورہ کے لئے نکلتا تھا تو پچاس فیصد یقین
یہ ہوتا تھا کہ میں واپس نہیں آؤں گا لیکن منصورہ بیگم
نے ایک دفعہ بھی اس کا اظہار نہیں کیا اور کبھی بھی مجھے
نہیں روکا۔ وہ کوٹھی کا انتظام بھی سنبھالتی تھیں بچوں
کو بھی سنبھالتی تھیں اور اس صورتِ حال کا مقابلہ بھی
بشاشت سے کرتی تھیں۔

حضور نے فرمایا کہ پھر پارٹیشن کا وقت آیا۔
قادیان سے ہجرت شروع ہوئی تو ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء
کو حضرت مصلح موعود نے حضرت اماں جان اور خاندان
کی دیگر مستورات اور بچوں کو بہت سی مصلحتوں کے ماتحت
پاکستان بھجوا دیا اور فیصلہ ہوا کہ حضرت مصلح موعود کے
ساتھ صرف آپا صدیقہ (حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ
مدظلہا) ٹھہریں گی۔ منصورہ بیگم نے اصرار کیا کہ میں نہیں
جاؤں گی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نہیں مانے۔ آخر
انہوں نے حضرت مصلح موعود سے اصرار کر کے اجازت
لی۔ حضور نے فرمایا کہ شاید کوئی سوچے کہ وہ اپنے میاں
کو ان حالات میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی ہوں گی،
لیکن جب حالات نے حضرت مصلح موعود کو مجبور کر دیا
کہ وہ ہجرت کر جائیں تو منصورہ بیگم اپنے میاں کو چھوڑ
کر حضرت مصلح موعود کے ساتھ پاکستان آگئیں۔

حضور نے ...... پُر آشوب دور کا ذکر
کیا اور فرمایا کہ میں ان دنوں لاہور میں تھا اور کالج کا
پرنسپل تھا۔ جب ایک روز حالات انتہائی مخدوش تھے
اور مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے پورا ممکن زور لگایا
کہ میں کالج نہ جاؤں تو میں نے کہا کہ آج ہی تو دن ہے
کہ میں کالج جاؤں کیونکہ مجھ پر احمدی اور غیر احمدی لڑکوں
کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور درد صاحب کے روکنے
کے شدید ترین اصرار کے باوجود میں کالج گیا۔ حضور نے
فرمایا کہ منصورہ بیگم کے چہرے پر ملال تھا ہی نہیں۔ ایسے
مشکل حالات میں بڑی بشاشت کے ساتھ وقت گذارا۔

حضور نے فرمایا کہ وہ بڑی دلیر عورت تھیں ۱۹۷۶ء
میں جب میں امریکہ گیا تو مجھے ایک خط ملا جس میں کہا گیا تھا
کہ تین دفعہ آپ کی جان لینے کی کوشش کی جائے گی اور
چوتھی بار اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ حضور نے
فرمایا میں نے تو خط لے کر جیب میں ڈال لیا کیونکہ مجھے
پتہ ہی نہیں کہ ڈر کسے کہتے ہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ جماعت
کہے گی کہ ہمیں بتایا نہیں اس پر میں نے انہیں بتا دیا۔
جب کینیڈا میں ٹورانٹو پہنچا تو ہوائی اڈے پر سامان
وغیرہ کی چیکنگ کے دوران ہمیں ایئرپورٹ سے باہر
ایک علیحدہ عمارت میں لے جایا گیا جہاں احبابِ جماعت
استقبال کے لئے جمع تھے وہاں احبابِ جماعت سے
مصافحہ ہوا۔ منصورہ بیگم نے بھی خواتین سے مصافحہ کیا
اور جلدی سے فارغ ہو کر خاموشی سے میرے پیچھے
آکر میرے پہریدار کے طور پر کھڑی ہو گئیں انہوں نے
غور کیا کہ ایک آدمی غیر محسوس طور پر میرے قریب ہونے کی
کوشش کر رہا ہے۔ منصورہ بیگم کی فراست بڑی تیز تھی
وہ فوراً بھانپ گئیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے خط لکھا
تھا انہوں نے فوراً ڈیوٹی پر متعین خدام کو بتایا اس پر

اس شخص کو پکڑ لیا گیا اُس نے اعتراف کیا کہ یہ خط مَیں نے ہی لکھا تھا پھر اسے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

حضور نے حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کی زندگی کے اور واقعات سُناتے ہوئے بتایا کہ جب وہ وقت آیا کہ مجھ پر ذمہ داریاں ڈالی گئیں تو میرے نفس کا ہر ایک حق انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا کہ میرے اوقات کا حرج نہ ہو حتیٰ کہ اگر مَیں وٹامن کی گولی بھی خود نکال کر کھاتا تو ناراض ہو جاتیں کہ یہ کام آپ نے کیوں کیا یہ دو منٹ آپ کسی اور اہم جماعتی کام میں صَرف کر دیتے یہ کام مَیں کروں گی۔ اِس طرح سے انہوں نے مجھے سارے فکروں سے آزاد کر دیا اِس لئے اُن کا یہ حق ہے کہ ہم اُن کے لئے دعائیں کریں اللہ کے بے شمار فضل ان پر ہوں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نیچے حضرت اقدس اور آپ کے جانشینوں اور اصحاب اور خدام کے ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ جنّت میں آپ کو وہ پیار دے جو وہ زیادہ سے زیادہ دے سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میرا تاثر ہے کہ میری حفاظت کے لئے انہوں نے یہ طریق بنا لیا تھا کہ جب تک مَیں سو نہ جاؤں وہ نہ سوتی تھیں اور کوئی کتاب پڑھتی رہتی تھیں اور جوں ہی مَیں سوتا تھا چند منٹ کے بعد بتی بُجھا کر سو جاتی تھیں۔ حضور نے . . . . ذکر فرمایا اور بتایا کہ عورتوں کو تسلی دینے اور ان کے غم میں شریک ہونے کا کام انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا۔

حضور نے فرمایا کہ اُن کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ مجھے آج پتہ لگا کہ انہوں نے ۱/۳ حصّہ کی وصیّت کی ہوئی تھی اور ان کی جو اپنی آمد آتی تھی وہ اسے بالکل چھپا کر خاموشی سے حصّہ آمد ادا کر دیا کرتی تھیں اور کبھی مجھے پتہ بھی نہیں لگنے دیا اور انہوں نے اپنا وصیت کا بیشتر حصّہ پہلے ہی ادا کر دیا تھا ۳۱ ہزار روپے کی جو باقی رقم رہ گئی تھی وہ مَیں نے اب ادا کر دی ہے۔ دفتر وصیت والوں نے کہا کہ بعد میں ادا ہو جائے گی مگر مَیں نے کہا کہ وصیت کی فائل میرے سامنے آنے سے پہلے ساری رقم ادا ہو جائے۔

حضور نے فرمایا کہ ان میں کوئی شو، نمائش یا دکھاوا بالکل نہیں تھا۔ وہ سارے سفروں میں میرے ساتھ رہیں سپین کی مسجد کا جب سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا تو گاؤں کی عورتیں ان سے بہت پیار کرنے لگ گئی تھیں اور منصورہ بیگم نے ان سے پیار اِس لئے کیا کہ اللہ انہیں نہ بھُولے۔ اب جب اس مسجد کا افتتاح ہو گا تو عورتیں انہیں یاد کریں گی۔

حضور نے فرمایا کہ میرا اِتنا خیال رکھتی تھیں کہ کبھی مجھے چائے کی پیالی نہیں بنانے دی۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں بہت کم کھاتا ہوں اِتنا کم کہ اگر آپ لوگ دیکھیں تو حیران رہ جائیں، مگر یہ مختصر کھانا میری پسند کا ہونا چاہیئے منصورہ بیگم ہمیشہ میری پسند کا خیال رکھتیں۔ وہ غیر ملکی دَوروں میں جس سے ملیں اس پر اپنا اثر چھوڑا۔ غانا میں ۱۹۷۰ء کے دَورے کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ جب ہم گئے تو فیصلہ کیا کہ سب سے مصافحے کریں گے جتنے مرد تھے اتنی ہی عورتیں تھیں اور ایک ہی وقت میں ہم دونوں فارغ ہوئے مَیں نے مردوں سے مصافحہ کیا انہوں نے عورتوں سے کیا اور ایک ایک عورت سے پوری بشاشت سے اور مسکراتے ہوئے کیا۔

حضور نے فرمایا کہ یہ احسان خدا تعالیٰ نے مجھ پر آپ کے وقت پر کیا کہ ایک ایسی اچھی ساتھی عطا کی اس پر خدا کی حمد کریں۔ (الفضل ۷ر دسمبر ۱۹۸۱ء)

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدھا

یَا رَبِّ صَاحِبھَا بِلُطْفِكَ دَائِمًا ❖ وَاجْعَلْ لَھَا مَأْوًی بِقَبْرٍ سَامٍ

یَا رَبِّ اَنْعِمْھَا بِقُرْبِ مُحَمَّدٍ ❖ ذِی الْمَجْدِ وَالْاِحْسَانِ وَالْاِکْرَامِ[1]

(کلامِ محمود)

(محترم مولانا دوست محمد صاحب شاھد ۔ ربوہ)

حضرت بانیٔ احمدیت کا ارشاد ہے کہ "ہر کتبہ جماعت کی تاریخ ہے۔" (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۸۶)

یہ حقیقت ہمارے محبوب امام اعالی مقام ایدہ اللہ تعالیٰ کی حرم حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے لوحِ مزار سے بھی پوری طرح عیاں ہے۔

حضرت سیّدہ (نوّر اللہ مرقدھا) حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بڑی نواسی، حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی بیٹی اور بانیٔ ربوہ حضرت مصلح موعود کی پہلی بہو تھیں جو عید الفطر کے تیسرے روز ۳ شوال ۱۳۲۹ ہجری بمطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم کے بطنِ مبارک سے ریاست مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی ولادت کی خبر "مبارک" کے عنوان سے اخبار "بدر" قادیان مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲ پر شائع ہوئی۔

حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح ۲ جولائی ۱۹۳۴ء کو اپنے فرزندِ اکبر سیّدی حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب سے پڑھا۔ ۵ اگست ۱۹۳۴ء کو آپکی تقریبِ شادی عمل میں آئی جس کے بعد آپ اپنے مقدس

---

[1] ترجمہ اشعار:۔ اے میرے رب آپ پر ہمیشہ لطف کرتے رہنا اور آپ کا ٹھکانہ ایک بلند شان قبر میں بنانا۔ اے میرے رب اِن کو قُربِ محمدؐ کی نعمت عطا فرما (آمین) جو بڑی بزرگی اور بڑا احسان کرنیوالے ہیں جن کو تُو نے عزت بخشی ہے ❖

شوہر کی رفاقت میں دینی خدمات کی بجا آوری کے لئے پورے استقلال اور خلوص کے ساتھ وقف ہوگئیں۔

۳۱ راگست ۱۹۴۷ء کو آپ حضرت مصلح موعود اور حضرت سیدہ اُمِّ متین صاحبہ مدظلہا العالی کی بابرکت معیت میں قادیان سے ہجرت کرکے پاکستان میں تشریف لائیں۔

۹-۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو سیدنا ناصر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کو جنابِ الٰہی سے قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے عظیم رُوحانی عہدہ پر فائز کیا گیا تو آپ کی ذمہ داریاں بھی عالمی حیثیت اختیار کر گئیں اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی پہلے سے بڑھ کر خدمت بجالانے اور حضور کی ہر تحریک کو والہانہ انداز میں عملی جامہ پہنانے کا ایک نیا عزم اور نیا ولولہ آپ کے اندر پیدا ہوگیا۔ یہی نہیں، بلکہ آپ کو یہ فخر اور اعزاز بھی حاصل ہوا کہ حضور ... نے اپنے عہدِ سیادت و قیادت میں اب تک دُنیا بھر کی اقوامِ شرق و غرب میں ... علومِ آسمانی سکھلانے کے لئے جو سات عالمی سفر اختیار فرمائے ان میں آپ بھی شریک رہیں اور یورپ، افریقہ اور امریکہ کی احمدی خواتین میں اپنی پُر تاثیر اور رُوح پرور تقاریر سے زندگی کی نئی رُوح پھونک ڈالی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان تاریخ ساز اور انقلاب آفریں دوروں میں مرکز سے روانگی پھر مراجعت کی تاریخیں درج ذیل کی جاتی ہیں تا اندازہ لگایا جا سکے کہ یہ تمام سفر کس درجہ طویل اور تھکا دینے والے تھے، جو مصروفیتوں کے ہجوم میں کئے گئے :-

۱۔ سفرِ یورپ
از ۶ رجولائی ۱۹۶۷ء تا ۲۴ راگست ۱۹۶۷ء

۲۔ دَورۂ مغربی افریقہ
از ۴ راپریل ۱۹۷۰ء تا ۸ رجون ۱۹۷۰ء

۳۔ سفرِ انگلستان
از ۱۳ رجولائی ۱۹۷۳ء تا ۲۶ رستمبر ۱۹۷۳ء

۴۔ سفرِ یورپ
از ۵ راگست ۱۹۷۵ء تا ۲۹ راکتوبر ۱۹۷۵ء

۵۔ دَورۂ امریکہ و کینیڈا
از ۲۰ رجولائی ۱۹۷۶ء تا ۲۰ راکتوبر ۱۹۷۶ء

۶۔ دَورۂ یورپ برائے کسرِ صلیب کانفرنس
از ۸ رمئی ۱۹۷۸ء تا ۱۱ راکتوبر ۱۹۷۸ء

۷۔ دَورۂ مغرب ۱۴۰۰ھ
از ۲۶ رجون ۱۹۸۰ء تا ۲۶ راکتوبر ۱۹۸۰ء

موخر الذکر تاریخی دَورہ مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، آسٹریا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، انگلستان، اسپین، نائیجیریا، غانا، کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ۱۳ ممالک پر محیط تھا۔ یہی وہ یادگار دَورہ ہے جس میں ۷۴۴ سال کے بعد سپین میں امامِ وقت کے دستِ مبارک سے پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اِس سفر میں آپ نے ہر جگہ احمدی مستورات کو اپنے قیمتی خطابات اور ارشادات سے نوازا اور اُن کے دلوں میں خدمتِ دین کا ایسا نقش قائم کر دیا جو گردشِ لیل و نہار کے باوجود کبھی محو نہیں ہو سکے گا۔

یہ آپ کی زندگی کا آخری سفر ہے جس میں آپ نے

اپنی پوری طاقتیں اور توانائیاں خدا کی راہ میں خرچ کر دیں اور اس کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے گویا جان تک کی بازی لگا دی۔ اب آپ کا مادی جسم نڈھال ہو چکا تھا مگر باوجود ستر سال کی عمر کے خدمتِ دین پر ہر آن کمربستہ تھیں۔ مختصر سی علالت کے بعد آپ ۳،۲ دسمبر ۱۹۸۱ء کی درمیانی شب کو ایک آن میں ربوہ سے منتقل ہو کر فردوسِ بریں میں پہنچ گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل، تُو جاں فدا کر

حضرت سیّدہ موصوفہ کے اِن مختصر حالاتِ زندگی سے صاف واضح ہے کہ آپ کی وفات شہادت کا رنگ رکھتی ہے اور شہیدوں کی دائمی حیات کا وعدہ ربّ العرش نے اپنے کلامِ مجید میں فرمایا ہے اِس لئے آپ کا کام اور نام دونوں ہی تا ابد زندہ ہیں اور آپ کا حیات بخش اور آسمانی پیغام اپنے ایک کروڑ دلفگار، زخم رسیدہ اور سوگوار روحانی بیٹوں اور بیٹیوں کے نام یہ ہے کہ :-

"آج عشقِ خدا اور عشقِ رسولؐ ہی ہیں ہمارے لئے کامیابی ممکن ہے۔ عربوں کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو قبول کر کے فرش سے عرش پر جا پہنچے۔ شراب، بے پردگی، غرض کہ ہر قسم کے افعالِ رذیلہ سے یکدم کنارہ کش ہو گئے۔ رسول کریمؐ نے خاص طور پر طبقۂ نسواں پر احسانِ عظیم کیا اور ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے اُسے وقار بخشا۔ جب اسلام کے اندر ہر خوبی موجود ہے تو ہمیں مغربیت کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔ مغربیت کے درو دیوار بوسیدہ ہو چکے ہیں اور گرا ہی چاہتے ہیں۔ ان کے کھنڈرات پر اسلام کے عظیم الشان قصر تعمیر ہوں گے اور ہمیں ان معماروں کی مائیں بننا ہے جو یہ محل تعمیر کریں گے۔ آج ہمارا مقصدِ حیات خدا اور اس کے رسولؐ پر کامل ایمان ہونا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اندر وہ رُوحانی انقلاب پیدا کریں کہ تمام دُنیا ہمارے نیک نمونہ کو دیکھ کر اسلام کی طرف کھنچی چلی آئے

اِسلام چیز کیا ہے، خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا"

(الفضل ۹ جنوری ۱۹۶۹ء صفحہ ۵،۶)

موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شراب زندگی

(مکرم سید سجاد احمد صاحب ۲/۲ دارالرحمت شرقی - ربوہ)

زندگی کے بہت سے رُوپ ہیں۔ دانا ؤں فلسفیوں اور ناموروں نے اسے بہت سے نام دیئے ہیں اور اس کی تفصیل بیان کی ہے کسی نے اسے ظاہری نظر سے دیکھا اور کسی نے اس کی گہرائی تک پہنچنے کی سعی کی ہے۔ زندگی اپنی ذات میں بڑی دلکش، جاذب اور پرکشش ہے اور اس کا دوسرا رُخ موت ہے جو اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ موت و حیات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (الملك :۳) موت و حیات کی تکوین کا باعث یہ ہے تا اللہ تعالیٰ یہ پرکھے کہ تم میں سے اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔

اس نہج سے اگر غور کیا جائے تو حیات و موت کا فلسفہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ موت و حیات کا بنیادی عنصر حُسنِ عمل ہے اور حُسنِ عمل کی تفسیر و توضیح ایک دفترِ طویل ہے۔ قرآن کریم، احادیث، اقوالِ بزرگاں اور ان کا اسوہ حسنہ دعوتِ خیر عمل کی بہترین امثلہ اور اس کی عملی تفسیر ہیں۔ انسان کی پیدائش سے حُسنِ عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور موت تک جاری رہتا ہے اور ؎

موت اِک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

ؤنیاوی زندگی کے اِس تعطّل کا نام ہی موت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہے ؎

اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام
دنیائے دوں نماند و نماند بہ کس مُدام

اور

اے عزیزو سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں
چل بسے سب انبیاء و راستاں

اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بدُنیا گر کسے پائندہ بُودے
ابُو القاسم محمدؐ زندہ بُودے

اگر دُنیا میں کوئی شخص ہمیشہ رہنے والا ہوتا تو وہ آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تھی اور آپؐ کا وجودِ باجُود بدرجۂ اَولیٰ اِس امر کا مستحق تھا کہ آپؐ دُنیا میں ہمیشہ رہتے لیکن

چونکہ یہ دُنیا فانی، ناپائیدار اور عارضی ہے اور سے

دنیا بھی اک سرا ہے ۔ بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے ۔ آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے

اس لئے مشیّتِ الٰہی کے تحت ہر متنفس کو ایک دن اس عالَمِ فانی سے مُنہ موڑ کر عالَمِ جاودانی کی طرف لَوٹنا ہوتا ہے ۔ جب تک ایک انسان زندہ ہوتا ہے ہر ممکن تدابیر اس کی صحت و عافیت اور آرام و آسائش کے لیے بروئے کار لائی جاتی ہیں ۔ دُعا اور دَوا کے ذریعہ ہر امکانی سعی کی جاتی ہے کہ وہ صحت یاب ہو جائے لیکن اگر خدا تعالیٰ کی تقدیر یہ ہو کہ اس کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں اور اس فانی وجود کے لئے اس عارضی فرودگاہ سے منتقل ہو کر عالَمِ جاودانی کی طرف لَوٹ جانا مقدّر ہو چکا ہے تو ایک کامل مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ ایسے موقع پر وہ بشاشتِ قلبی کے ساتھ حیّ و قیّوم خدا کی تحمید و تقدیس کرتے ہوئے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا کہتا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر رضا بالقضاء کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے ۔

رنج و غم اور حزن و ملال تو طبعی تقاضا ہے ۔ اپنے پیاروں کی رحلت پر دل اُمڈ آتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور انسان صبر و ضبط کے باوصف جذبات کی شدّت سے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے اور بسا اوقات

جذبۂ صبر و تحمّل تھا کہ خوفِ معصیت
سینکڑوں شکوے زباں پر آئے آکے رہ گئے

کی کیفیت بھی طاری ہو جاتی ہے لیکن مومنانہ شان یہی ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، مایوس نہیں ہوتا بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہتا ہے اور یہی سچا اسلام ہے ع

ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

ہمارے پیارے آقا سیّدنا محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لختِ جگر ابراہیم وفات پا گیا ۔ آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں ۔ صحابہؓ نے عرض کی ۔ حضورؐ روتے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا :۔

اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ
وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا

یعنی بے شک آنکھ اشک آلود ہے اور دل ملول و حزیں مگر اس عالم میں بھی ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا ربّ راضی ہو ۔

حضرت اقدس نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات پر فرمایا :۔

"ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا کا مال ہے اور ہمارا اس میں کوئی تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں ۔ جنھوں نے پہلے ہی فیصلہ کیا ہوتا ہے اُن کو غم نہیں ہوا کرتا ۔"

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء)

اور فرمایا ع

بُلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

غرض اللہ والوں کا یہی طریق ہے وہ اللہ تعالیٰ
کی مشیّت کے خلاف ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالتے۔
؎ کہ یہ شیوہ نہیں اہلِ رضا کا۔ اللہ تعالیٰ کا شکوہ ایک
لحظہ کے لئے بھی اُن کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ
ایسے مواقع پر نہ صرف خود کو باوقار ہوتے ہیں بلکہ دوسروں
کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ دُکھ، پریشانی اور فکر و
تشویش کے وقت ہمارا سہارا ہمارے ربِّ کریم کی ذاتِ
بابرکات ہی ہے۔ ہمیں اُسی کے حضور جُھکنا اور اُسی
کے حضور اپنی تکلیف اور دُکھ پیش کرنا اور آہ وزاری
کرنا ہے کیونکہ اس کے علاوہ تضرّعات اور آہ وزاری
کو سُننے والا اور نہ ہی اُس کے سوا کوئی اور دُعاؤں
کو قبول کرنے والا ہے۔

اِس قسم کا ایک ایمان افروز اور دلوں کو تسلّی
اور ڈھارس دینے والا نظارہ پچھلے دنوں حضرت سیّدہ
منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی
وفات کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔ جمعرات ۳-۴ دسمبر
کی شب ۹½ بجے یہ وفات ہوئی۔ مختصر لیکن شدید
علالت کے بعد ہماری محسنہ و مشفقہ کو اللہ تعالیٰ نے
اپنے پاس بُلا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
وفات سے آٹھ دن قبل دردِ گُردہ سے علالت
کا آغاز ہُوا۔ شدہ شدہ یہ علالت شدید نوعیت اختیار
کرتی چلی گئی اور اِس دَوران بعض اَور پیچیدگیاں
پیدا ہو گئیں۔ عالمگیر جماعت احمدیہ کو جو ایک ہی
درختِ وجود کی مختلف شاخیں ہیں آپ کی صحت کی
روز بروز بلکہ ساعت بساعت اطلاع ملتی رہی۔ ذرائعِ
ابلاغ کو بروئے کار لایا گیا۔ صحت وعافیت کیلئے متضرعانہ
دعائیں مانگی گئیں۔ صدقات دیئے گئے۔ اس دَوران
حضور ایدہ اللہ نے بھی خصوصی پیغام کے ذریعے ۲ دسمبر
۱۹۸۱ء کو الفضل کے ضمیمہ کے ذریعہ احبابِ جماعت کو
دعائے خاص کی تحریک فرمائی۔ حضرت سیّدہ کی علالت
کی کیفیت و کمیّت کے اظہار کے ساتھ ساتھ بڑے
ایمان افروز کلمات سے احبابِ جماعت کو نوازا۔ پیارے
آقا نے عزیز از جان بھائیو اور بہنو! کے الفاظ سے
تخاطب فرماتے ہوئے احبابِ جماعت کو بطور خاص دعاؤں
کی تاکید فرمائی۔ علاج معالجہ کا ذکر فرمایا کہ شروع بیماری
سے ہی ہر ممکن طبّی امداد جاری ہے۔ فضل عمر ہسپتال کے
ڈاکٹرز باہر کے ڈاکٹرز سے باقاعدہ مشورہ کر کے علاج
کر رہے ہیں اور ہمارے محبوب عاشقِ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے طریق کے مطابق طبّی اور ہومیوپیتھک علاج
کر رہے ہیں کہ شفا کسی دوائی میں نہیں بلکہ ہمارے
ربِّ کریم کے ہاتھ میں ہے۔ ہم سب جو ایک ہی مقدس
درختِ وجود کی شاخیں ہیں پیار کے جس رشتے میں بندھے
ہوئے ہیں اس امر کے پیشِ نظر مجھے اور آپ کو تشویش اور
فکر کا احساس ہے اسی لئے شروع دن سے ہی آپ کو
بیماری کی کیفیت سے مطلع کیا جا رہا ہے۔ اس فکر اور
پریشانی اور تشویش کے وقت ہمارا سہارا ہمارے ربّ
کریم کی ذاتِ بابرکات ہی ہے۔ ہمیں اس کے حضور
جُھکنا اور اُسی کے حضور اپنے دُکھ اور تکلیفیں پیش کرنا
اور آہ وزاری کرنا ہے۔

اِس قدر ایمان افروز، رُوح پرور اور سکون و

طمانیت سے بھرپور کلمات اُسی شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد، پُورا توکل اور مکمل بھروسہ ہو اور جس کی نظر میں اللہ تعالیٰ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے سوا اور کوئی جچتا ہی نہ ہو اور جو حَسْبِیَ اللّٰہُ کی مجسّم تصویر ہو۔

لیکن جب دُعاؤں، علاج معالجہ اور انسانی تدبیروں کے باوجود مشیّتِ الٰہی پُوری ہو گئی اور مسافرِ شب عالَمِ بالا کو پرواز کر گیا اور ہمیشہ ہمیش کیلئے اس دنیائے فانی سے مُنہ موڑ گیا تو یوں معلوم ہوا گویا سیّدہ مرحومہ کی علالت کے آٹھ دن اکثر رحیل سے پہلے کی تیاری اور ڈھیر ساری مخلصانہ دُعائیں وصول کرنے کے لئے تھے۔ اور جب وہ تیاری مکمل ہو گئی اور بہت سی مخلصانہ اور متضرعانہ دُعاؤں کا ہدیہ اُنہیں مل گیا تو وہ بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ جان، جاں آفریں کے سپرد کر کے سب سے زیادہ پیار کرنے والے کے حضور حاضر ہو گئیں۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔

ایسے مواقع فطرتاً دلوں میں غم واندوہ کے جذبات پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ آنکھیں سیلِ اشک بہاتی ہیں۔ گلے رندھ جاتے ہیں۔ آہوں اور سسکیوں پر اختیار نہیں رہتا اور ہر کوئی اپنے اپنے ظرف کے مطابق غم و الم کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حضرت سیّدہ مرحومہ کی وفات کی خبر سُن کر دلوں کی یہی حالت ہوئی اور ہر کسی نے مختلف النوع جذباتِ حزن و ملال کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے باوصف سا۔

جماعت کا نقطۂ مرکزی اور ہر نظر کا مرکز حضور کی ذاتِ والا صفات تھی اور ہر کوئی اس فکر میں غلطاں و پیچاں تھا کہ ہمارے پیارے آقا پر جو گزری ہے وہ کس طرح اس صدمۂ عظیمہ کو برداشت کریں گے۔ لیکن دیکھنے والوں نے اس موقع پر بھی صبر و رضا کا حیرت انگیز اور مثالی نمونہ دیکھا اور جب سیدہ مرحومہ کی تدفین عمل میں نہیں آئی تھی اور مسجد اقصیٰ میں اہالیانِ ربوہ اور دُور و نزدیک سے آمدہ اصحاب تصویرِ غم بنے اپنے پیارے آقا کی آمد کے لئے چشم براہ تھے ہر نظر استفہامیہ انداز میں نگراں تھی اور دل مستفسر تھا کہ حضورِ انور ان نازک جذباتی لمحات میں احبابِ جماعت کو کس انداز سے تخاطب فرمائیں گے، اپنے جذباتِ غم و الم کا اظہار کس طرح کریں گے اور اس صدمہ کا آپ پر کیا اثر مترتّب ہوا ہوگا۔ ہر دل اپنے پیارے آقا کے لئے تڑپ رہا تھا۔ اور یہ سب پیارے اور دُلارے انسان، ایک ہی مقدس درختِ وجود کی سرسبز شاخیں، اپنی اصل کی وجہ سے مضطرب تھے۔ حسبِ معمول حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہوئے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کا ہدیہ مرحمت فرمایا۔ تشہّد و تعوّذ کی تلاوت کے بعد پہلا کلمہ جو حضور کی زبانِ مبارک سے نکلا وہ تھا

رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا

اور پھر اطمینان و سکون کے ملے جلے جذبات کے ساتھ پُرشوکت آواز میں معمول سے زیادہ وقت تک خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ اس وقت آپ کا صبر و ضبط

اور اپنے پیارے ربّ پر توکّل و اعتماد بھرپور تھا اور آپ بڑے پیارے انداز میں صبر و سکون اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کی تلقین فرما رہے تھے ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو بہت بڑے خزانے ہمیں عطا کئے ہیں اُن میں سے ایک بہت ہی عظیم خزانہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی قضاء نازل ہو جو دُنیوی حالات میں تکلیف دہ ہو تو ایک ہی نعرہ زبان پر لانا چاہیئے اور وہ یہ ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ سارا خطبہ تسلسل کے ساتھ اطمینان و سکون کی لہروں میں ملفوف ہوئے لیتا قلوب کو منوّر کرتا چلا گیا اور غمگین و محزون دل تسلّی پاتے چلے گئے۔ خطبہ کے اختتام پر جب حضور ایدہ اللہ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ

"یہ احسان خدا تعالیٰ نے مجھ پر . . . .

. . . . کیا کہ ایسی اچھی ساتھی عطا کی ' اس پر خدا کی حمد کریں ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا وِرد کریں ۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائیں اور ان کے لئے دعائیں کریں ۔ ان سارے غموں کو اُڑانے کیلئے ایک ہی فقرہ کافی ہے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

یہ موقعے غم کے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول کے ہیں اور انہیں اپنی غفلتوں سے ضائع نہیں کرنا چاہیئے ۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے وفادار بنے رہیں تو وہ ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش اُسی طرح کرتا رہے گا جس طرح پہلے کرتا چلا آیا ہے۔"

تو قلوب مومنین اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس کر رہے تھے ۔ غم کی پرچھائیاں دُور ہوتی چلی جا رہی اور یاس و الم کی بدلیاں چھٹتی چلی جا رہی تھیں اور حیّ و قیوم خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا سے دلوں کو نئی روشنی' رُوح کو نئی ضیا مل رہی تھی ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے رُوح پرور وِرد سے جذب و کیف کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور ہر کوئی یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ ثمرہ ہے قال اللہ و قال الرسولؐ پر عزم و استقلال سے قائم رہنے کا کہ کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَمَنْ تَعَلَّمَ۔

پھر اسی شام سیّدہ مرحومہ کی تدفین کے موقعہ پر احباب کرام نے محبّت و یگانگت اور عقیدت و احترام کی بہت سی ایمان افروز جھلکیاں دیکھیں ۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی عملی تفسیر سامنے آگئی کہ

مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّھِمْ وَتَرَاحُمِہِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّھَرِ وَالْحُمّٰی ۔

تدفین کے بعد عام طور پر دلوں میں کسک بڑھ جاتی ہے اور جذباتِ غم و الم فزوں ہو جاتے ہیں ۔ اور ناپائیداریٔ عالم کا احساس شدّت اختیار کر لیتا ہے اور فُلاں نماند کے الفاظ مجسّم ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں ۔ یہ موقع بھی صبر و شکیبائی کے متزلزل ہو جانے کا

ہوتا ہے۔ اِس مرحلہ پر بھی امامِ جماعت نے اپنی جان
سے پیارے بھائیوں اور بہنوں کی تسکین دل و روح
کا سامان بہم پہنچایا۔ حضور نے نہایت شفقت و
محبت سے مملو بڑے پیارے انداز میں اپنی پیاری
جماعت کے ہر فرد کو مخاطب کرتے ہوئے سکون و اطمینان
اور صبر و رضا کی دولتِ لازوال سے سرفراز فرمایا۔
الفضل میں حضورِ انور کا یہ تسکین بخش پیغام و ارشاد
ساری جماعت کے لئے باعثِ اطمینان و سکون و سکینتِ
قلب و رُوح بنا اور ایک بار پھر دلوں نے یہ محسوس
کیا کہ وہی الجماعة کی برکات لامتناہی ہوتی ہیں
اور زندگی کے ہر مرحلہ پر بسیط ہوتی ہیں اور مَنْ اَطَاعَ
اَمِیْرِیْ میں کس قدر انوار و افضال اور انعاماتِ الٰہی
مضمر ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حضور کے رقیمہ الفاظ
کی ایک جھلک ؎

"جان سے پیارے بھائیو اور بہنو!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
بُلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر
آنکھیں اشکبار ہیں اور دل غمگین و محزون۔
مگر ہم نے اپنے رب کی رضا پر راضی اور
اس کی تقدیر پر خوش ہیں کہ بُلانے والا
ہمیں جانے والے سے زیادہ پیارا ہے۔
اس کا ہر کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتا
ہے۔ ہم سب اس کی امانتیں ہیں منصورہ بیگم
بھی اسی کی امانت تھیں سو اس نے
واپس لے لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ۔ ہم اس پر توکّل کرتے ہیں
اور اس کی طرف سے آنے والے اس
بھاری امتحان کو قبول کرتے ہیں۔ اِنِّیْ
مَعَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ حَالٍ ہمارے
دل کی آواز اور ہماری رُوح کی پکار
ہے۔۔۔۔۔۔"

(الفضل ۱۰؍ دسمبر ۱۹۸۱ء)

خوش بخت و طالع بیدار تھا وہ نادر وجود
جو ہم سے بچھڑ کر اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت اور
پیار کی آغوش میں چلا گیا۔ اس کے بڑے احسانات
ہیں اور جاتے جاتے بھی ایک اور احسان ہم پر
یہ کیا کہ راضی برضا رہنے کی عملی تصویر ہمارے سامنے
آئی اور ہم نے یہ حسین و دلکش پہلو بھی دیکھا۔ اس
مبارک وجود کے سارے احسانات ہمیں یاد ہیں اور
انشاء اللہ زندہ قوموں کی طرح ہم سب ہمیشہ انہیں
یاد رکھیں گے اور اپنی عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ ہمیشہ
انہیں نذرانۂ عقیدت و احترام پیش کرتے رہیں گے۔
یہ ہر کسی کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ جماعت کا ہر فرد
اپنے پیارے امام کی رفیقۂ حیات اور اپنی محسنہ
کی وفات پر حزیں ہے۔ ہر آنکھ اُن کے لئے اشکبار
ہے اور ؎

ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی
رکتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی

لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے اور اسی
حیّ و قیّوم کے لئے ثنا خواں ہے جو خالق الموت والحیات

ہے۔ جس کا ارشاد مبارک ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۔ رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ۔

ساری جماعت اس غم میں حضور ایدہ اللہ، آپ کے پیارے بیٹوں، بیٹیوں اور جملہ اعزاء و اقرباء کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ بلاشبہ وہ جانے والا وجود مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ پر ہر گام پورا اترا اور وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا کا مظہر بنا۔

اے ہمارے پیارے خدا! اپنے پیارے کی اس پیاری رفیقۂ حیات کو جو عمر بھر ناز و نعم میں پلنے کے باوجود تیرے آستاں پر سجدہ ریز رہی اور جس نے ہمارے پیارے امام کی دل و جان سے عمر بھر خدمت کی جس نے ہم سب کے لئے بیشمار دعائیں کیں، جو ہماری محسنہ ہے، اپنی رضا کی جنت عطا فرما اور اُن کے درجات ہر لحظہ بلند فرماتا چلا جا۔

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مقابلہ قیادت ہائے اضلاع خدام الاحمدیہ سال ۱۹۸۰-۸۱ء

اوّل : قیادت ضلع شیخوپورہ

دوم : قیادت ضلع لاڑکانہ

سوم : قیادت ضلع کراچی

اللہ تعالیٰ مبارک کرے ——— (معتمد مرکزیہ)

"باتیں کرنے کا وقت ختم ہُوا آؤ اَب کچھ کام کریں"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اِفتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۶۶ء

برموقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ

تشہد و تعوذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

جیسا کہ دوست جانتے ہیں مجھے چند دنوں سے بخار، جسم کے ٹوٹنے اور سر درد کی شکایت رہی ہے۔ آج نمازِ جمعہ تک تو درجۂ حرارت قریباً معمول کے مطابق رہا لیکن یہاں آنے سے قبل جب مَیں نے تھرمامیٹر لگایا تو ۹۹،۵ تک درجۂ حرارت پہنچ گیا تھا اِس لئے اپنے آپ کو کوفت سے بچانے کے لئے مَیں کُرسی پر بیٹھ کر ہی اپنے بھائیوں سے مختصراً بعض باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

میری باتوں کا عنوان یہ ہے کہ

"باتیں کرنے کا وقت ختم ہُوا آؤ اب کچھ کام کریں"

اِس کے دُو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ہے "باتیں کرنے کا وقت ختم ہُوا"۔ اِس وقت مَیں صرف اِس کے متعلق ہی اپنے بچوں اور بھائیوں سے کچھ کہوں گا اور "آؤ کچھ کام کریں" کے متعلق اختتامِ اجتماع کے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ زندگی و صحت کچھ باتیں مَیں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

محض باتیں جن کے ساتھ، جن کے پیچھے، جن کے متوازی عمل نہ ہو محض بے نتیجہ اور محض گپ کی حیثیت رکھتی

ہیں۔ اگر ایک شخص ایک کروڑ دفعہ آپ میں کھڑے ہو کر یہ کہے کہ "تقویٰ اختیار کرو" اور آپ میں سے ہر ایک کروڑ دفعہ یہ جواب دے کہ "مَیں نے تقویٰ کو اختیار کیا" تو اِس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ ایک کروڑ دفعہ کیا۔ اَن گنت دفعہ بھی یہ گردان آپ دہراتے رہیں اس سے نہ آپ کو، نہ آپ کے خاندان کو اور نہ اس برگزیدہ جماعت کو جس کی طرف آپ منسُوب ہوتے ہیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

جب ہم تقویٰ کے متعلق باتیں کرتے ہیں تو ہمارا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم ان ذمّہ داریوں کی طرف آپکو متوجہ کریں کہ جو ذمّہ داریاں نونہالانِ جماعتِ احمدیہ کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ آپ کے کندھوں پر ڈال رہا ہے لیکن اگر آپ باتیں سُنیں اور باتوں کا چسکہ لیں اور باتوں سے وقتی لذّت اور حظّ اور سرور حاصل کریں لیکن اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھالیں نہ۔ تو نہ ان تقاریر کا کوئی فائدہ اور نہ ان تقریروں کے سُننے سے آپ کو کچھ نفع۔

تقویٰ کے متعلق اور تزکیۂ نفس کے متعلق جو مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسا اِمتحان ہے (تقویٰ کی راہوں پر چلنا اور اس سے اچھے نتیجے نکلنا یا نہ نکلنا) کہ جس کا نتیجہ صرف قیامت کے روز نکلے گا اس سے پہلے نہیں نکلے گا۔ تو جب اِس دُنیا میں اس امتحان کا نتیجہ ہی نہیں نکلنا ہے تو کسی شخص کا اپنے متعلق یا اپنے کسی بھائی کے متعلق یہ خیال کر لینا اور اِس وہم میں مبتلا ہو جانا کہ وہ اِس امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے بالکل بے معنی اور غیر معقول ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جو اس کے بتائے ہوئے طریق پر عمل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو نہیں ڈھالتے قیامت کے دن ہمکلام نہیں ہوگا۔ یعنی اِس قابل نہیں نہیں سمجھے گا کہ وہ ان سے بات کرے۔

دُنیا میں بھی ہم کہتے ہیں کہ مَیں پسند نہیں کرتا کہ مَیں تیرے مُنہ لگوں اور تجھ سے بات کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام بنی آدم کے سامنے اعلان کرے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں

کہ ان کو مَیں ایسا نہیں سمجھتا کہ ان سے ہمکلام ہوں وَلَا یُزَکِّیْھِمْ اور وہ اعلان کرے گا کہ مَیں ان کو پاک قرار نہیں دیتا۔ تو جس دن فیل ہونے والوں کا نتیجہ نکلتا ہے اسی دن پاس ہونے والوں کا بھی نتیجہ نکلتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے وہ وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس امتحان میں ناکام ہو گئے ہیں اور فیل ہو گئے ہیں۔

پس قیامت سے پہلے تقویٰ اور تزکیۂ نفس کی کوشش تو اِس زندگی میں کرتے رہنا چاہیئے یہ ہمارا فرض ہے لیکن ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے متعلق یا اپنوں کے متعلق کسی کے متعلق بھی یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ وہ اِس امتحان میں پاس ہو گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا نتیجہ صرف مَیں نکال سکتا ہوں اور قیامت کے دن نکالوں گا۔ قیامت سے پہلے بھی یہ نتیجہ نہیں نکلنا اور میرے علاوہ کوئی اَور یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا۔

صرف مَیں ہی کیوں نکال سکتا ہوں؟؟ یعنی میری کونسی صفات ہیں جن کے نتیجہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ میرے سوا اَور کوئی ہستی نہیں ہے جو اس امتحان کا نتیجہ نکال سکے۔ اِس کے متعلق سورہ النّجم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی کہ وہ اس وقت سے تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پوشیدہ تھے۔ پس اپنی جانوں کو، اپنے نفسوں کو، اپنے دوستوں کو، اپنے بزرگوں کو، اپنے افسروں کو دینی لحاظ سے پاک مت قرار دو کیونکہ متقیوں کو صرف اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ ہر امر کو خوب جانتا ہے۔

اِس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِس اِمتحان کا نتیجہ نکالنے کے لئے اس ہستی کی ضرورت ہے جو اَعْلَمْ ہے جو عَلَّامُ الْغُیُوْب ہو۔ جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔ کیونکہ تقویٰ کی باریک راہیں ایسی بھی ہیں کہ جن کو سوائے اُن بزرگ ہستیوں کے اَور کوئی پہچانتا ہی نہیں جن پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہوا ہو۔ اگر کوئی ان راہوں کو جانتا ہی نہیں تو ان پر گامزن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور پھر یہ فرمایا کہ میں اَعْلَمُ ہوں۔ عَلَّامُ الْغُیُوْب ہوں اس لئے میں تمہاری اِن دُو حالتوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ ایک تو اس خمیر کو جانتا ہوں جس سے تم بنائے گئے ہو (اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ) اور دوسرے اس ماحول کو جانتا ہوں جس میں تم نے پرورش پائی ہو۔

جب تک اِن دُو چیزوں کا تفصیلی علم کسی کو نہ ہو وہ اِس امتحان کے نمبر لگانے کے قابل نہیں ہوتا۔

اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ کے متعلق یہ جاننا چاہیئے کہ ہر شخص کا ایک انفرادی مقامِ رفعت ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک شخص تقویٰ کی تمام راہوں کو عبور کرتا ہُوا تقویٰ کے بلند تر مقام تک پہنچ جائے بلکہ ہر شخص کی اپنی ایک فطرت ہے جو محدود ہے۔ اپنے اس دائرہ کے اندر وہ آزاد ہے کہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے اور ایک خاص حد تک ترقی کر جائے یا ان کو ترک کر دے اور ایک خاص حد تک وہ تنزّل کرے اور خدا کے غضب اور قہر کا مورد بن جائے۔

ان حدود کو جو فطرت کے اندر ہیں۔ خداداد صلاحیّتیں اور استعدادیں۔ اس دائرۂ استعداد کی جو حدود ہیں کوئی شخص ان حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اِسی واسطے (جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اِس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے) یہ کہنا درست نہیں کہ ہر شخص کے اندر یہ استعداد پائی جاتی ہے کہ وہ نبی بن سکتا ہے۔ موہبتِ الٰہی یہ کام کرتی رہی ہے۔ اِسی طرح کوئی شخص صرف شہادت کے مقامِ رُوحانی تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کی فطرت ایسی ہے کہ وہ شہید بن سکے اگر رحمتِ باری اس کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے۔ کوئی دوسرا شخص صرف صالح کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اس سے آگے نہیں جا سکتا مقامِ شہادت وہ حاصل نہیں کر سکتا اس کی فطرت محدود ہے اس درجہ تک۔ اور کوئی ایسا ہے جو صدّیق بن جاتا ہے یا بن سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص جس کی فطرت میں صدّیق بننا ہو وہ صدّیق بن بھی جائے کیونکہ بہت سے لوگ اپنے پر ظلم کرتے اور اپنی استعدادوں اور قوتوں کو ضائع کر دیتے ہیں اور رُوحانی مقامات جو وہ حاصل کر سکتے تھے انہیں وہ عملاً حاصل نہیں کرتے یہ علیحدہ بات ہے لیکن ایک شخص کی فطرت اور طبیعت

اور استعداد اِتنی ہے کہ وہ صالح بن سکتا ہے۔ دوسرے کی اِتنی ہے کہ شہید بن سکتا ہے تیسرے کی اِتنی ہے کہ وہ صدیق بن سکتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ جس خمیر سے تم بنے ہو اس کو بھی ہم جانتے ہیں۔ جسم کے تمام وہ ذرّے جو ہزاروں لاکھوں سال سے اِس دُنیا میں چلے آئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک خاص جہت کی طرف لاتا ہے۔ ان سے بعض دفعہ زید بنتا ہے بکر نہیں بن سکتا۔ بعض سے بکر بنتا ہے زید نہیں بن سکتا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس مٹّی سے تم بنے ہو جب تم وہ مٹّی تھے تو اُس وقت سے ہم تمہیں جانتے ہیں اور پھر جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اُس وقت بھی ہم تمہیں جانتے تھے۔

"ماں کے پیٹ میں ہونے" سے ماحول کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا ہے۔ یعنی دو مضمون آیت کے ایک ہی چھوٹے سے ٹکڑے میں بیان کر دیئے ہیں۔

ایک یہ بیان کر دیا کہ ہم اس ماحول کو جانتے ہیں اور ہم ہی جانتے ہیں اس ماحول کو جس میں تم نے پرورش پائی۔

دوسرے یہ بیان فرما دیا کہ وہ ماحول جس میں تم غیر سے متأثر ہوتے ہو وہ اسی دن سے شروع ہوتا ہے جس دن تم اپنی ماں کے پیٹ میں پڑتے ہو۔ یہ ایک مستقل اور لطیف مضمون ہے جو اللہ تعالیٰ نے اِس آیت کے مختصر سے ٹکڑے میں بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں ہی اس خمیر کو بھی جانتا ہوں جس سے تم بنے ہو۔ اور صرف مَیں ہی اس ماحول کو بھی جانتا ہوں جس ماحول میں تم نے پرورش پائی۔ اور یہ اِس واسطے کہ اَنَا اَعْلَمُ مجھ سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں۔ کوئی چیز مجھ سے مخفی نہیں ہر چیز مجھ پر ظاہر ہے۔ اِس لئے مَیں تمہیں یہ کہتا ہوں لَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ کہ تم اپنے کو اور اپنوں کو پاکیزہ قرار نہ دیا کرو اِس لئے کہ تم اَعْلَمُ نہیں ہو اور نہ تمہیں پتہ ہے۔ اپنے متعلق بھی تمہیں پتہ نہیں ہے کہ تم کس خمیر سے بنے ہو۔ اپنے متعلق بھی تمہیں پتہ نہیں کہ جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں

تھے تو وہ کس قسم کے پاکیزہ یا بَد خیالات میں اپنی زندگی کے دن گزارا کرتی تھی اور ان خیالات کا (نیک تھے وہ خیال یا بَد تھے وہ خیال) تمہاری طبیعتوں پر اثر پڑتا تھا یہ صرف ہمیں پتہ ہے تم نہیں جانتے۔ اِس لئے لَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى جو اَعْلَمُ ہے تمہارے خمیر کا اور تمہارے ماحول کا وہی جانتا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو تقوٰی کی راہوں پر اِس طرح چلا ہے کہ وہ اپنے رب کے نزدیک متقی اور پاکیزہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دُو باتیں تو اِس آیت میں بیان کی ہیں اور تیسری بات ایک اَور آیت میں یہ بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تزکیۂ نفس حاصل کرنے اور متقی قرار دئے جانے کے لئے دُو باتوں کی ضرورت ہے :-

ایک یہ کہ تمہاری اپنی کوشش ہو کہ تم خدا کی نگاہ میں پاک ٹھرو اور متقی قرار دئے جاؤ ــــــ اور دوسری یہ کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی شامل ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اِس آیہ میں اللہ تعالیٰ نے دُو باتیں بیان فرمائی ہیں جو اس امتحان میں کامیاب قرار دئے جانے کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اوّل یہ کہ تمہارا عمل بھی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کیلئے، اُس کی رحمت کو کھینچنے کے لئے، اس کی برکت کا مستحق قرار دئے جانے کے لئے (قرآن کریم کہتا ہے کہ) اعمالِ صالحہ کا بجا لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص وہ اعمال بجا نہیں لاتا جن اعمال کے بجا لانے کے متعلق قرآن کریم حکم دیتا ہے اور وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ میں ہمیں نظر آتے ہیں بلکہ ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے اور شیطان کے قدم بہ قدم مارتا ہے وہ کیسے سمجھتا اور کیسے خیال کر سکتا ہے کہ اسکے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تزکیہ یافتہ اور متقی قرار دیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے اعمال بھی کافی نہیں۔ بے شک اعمال ضروری ہیں ان کے بغیر بھی کام نہیں چلتا۔

لیکن سارے اعمال کے باوجود بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری نگاہ میں متقی قرار دئیے جانے کے لئے تمہارے اعمال کافی نہیں اِس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کی بھی ضرورت ہے۔ جب اِن تین چیزوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت بھی شاملِ حال ہو جائے تو اس وقت تم خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی، پرہیزگار، اور تزکیہ یافتہ سمجھے جاؤ گے ورنہ مَازَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اِس واسطے تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے اعمال کے ساتھ دعا کو شامل کرو کہ اے خدا! جتنا ہم سے ہو سکتا تھا ہم نے کیا آگے تیرا فضل چاہیئے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ میں سَمِيْعٌ پہلے رکھنے سے مطلب ہی یہ ہے کہ وہ عَلِيْمٌ ہی نہیں سَمِيْعٌ بھی ہے۔ جہاں وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے وہاں تم سے یہ اُمید بھی رکھتا ہے کہ تم اس کی صفتِ سَمِيْع کا واسطہ دے کر اُس سے اِس بات کے طالب ہو کہ اے خدا! ہم پر رحم کر! ہم پر فضل کر! ہمیں اپنے غضب سے بچا اور اپنی رضا کے عطر سے ہمیں ممسوح کر۔ دعا بھی دراصل ایک عمل ہی ہے۔

تو اعمالِ صالحہ ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ہمیں ہدایت دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہمارے لئے اِتنا وسیع اور اِتنا پیارا ہے کہ ہماری زندگی کے ہر حصّہ کے متعلق خواہ چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو کوئی نہ کوئی اُسوہ ایسا ہے جس میں ہمیں ہدایت نظر آتی ہے ہم اس سے محروم نہیں کئے گئے۔ مثلاً اگر تمہاری جُوتی کا ایک تسمہ ٹوٹ جائے۔ یہ کتنی حقیر سی چیز ہے مگر وہ بتاتا ہے کہ تمہاری زندگی میں تمہیں وہ اُسوہ کس طرح مِل سکتا ہے اور کس طرح نہیں ملتا۔ کون پیارا اور پیار کرنے والا وجود تھا جس نے اِس بات کا بھی خیال رکھا کہ میرے ماننے والوں کی جُوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے گا تو اس کے متعلق انہیں کون ہدایت دے گا۔ مجھے آج ہی انہیں ہدایت دے دینی چاہیئے۔ وہ اِس چھوٹے سے کام میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلوتہی کرنے والے نہ ہوں بلکہ اُس کی حمد کرنے والے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر جُوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا ہے تو اِس کے لئے بھی اپنے ربّ سے

دعا کرو کہ اے خدا ہمیں ہماری جُوتی کا تسمہ دے۔ اور اگر تم یہ خیال کرو گے کہ تسمہ کے لئے ہمیں اپنے ربّ کی اِحتیاج نہیں، اس کی مدد کی ضرورت نہیں تو تم اِس حد تک مُشرک اور ہلاک ہونے والے ہو گے۔

پس فرمایا کہ اِنتہائی مجاہدہ کے ساتھ اعمالِ صالحہ بجالاؤ اور پھر انتہائی عاجزی کے ساتھ دُعائیں کرو کہ اے خدا! عمل کی دُنیا میں ہم سے جو کچھ بن آتا تھا ہم نے کیا لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم کمزور ہستیاں ہیں اور ہمارے اعمال اپنے اندر فی نفسہا کوئی ایسی خُوبی نہیں رکھتے کہ وہ تجھے ضرور پسند آئیں اِس لئے اپنی رحمت اور فضل کے دروازے ہم پر کھول اور اپنی مغفرت کی چادر میں ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو لپیٹ لے تاکہ تمہاری رضا ہمیں حاصل ہو۔

غرض تقویٰ تقویٰ کہنا کوئی چیز نہیں جیسا کہ قرآن کریم کی اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے ہمیں ان راہوں پر چلنا ہوگا جو تقویٰ کی باریک راہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کا نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔

اگر ہم تقویٰ کے لفظ کو سُنتے رہیں یا اگر تقویٰ کے لفظ کی گردان کرتے رہیں تو بے فائدہ ہے اِس سے بہتر ہے کہ ہم دُنیا کے کمانے کی طرف متوجہ ہوں تا یہ نہ ہو کہ اِس دُنیا میں بھی ہم گھاٹا پانے والے ہوں اور دوسری دُنیا میں بھی گھاٹا پانے والے ہوں۔ تقویٰ کا لفظ جب مَیں یا ہمارا کوئی مقرر بولتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ یہ کوئی تعویذ ہے یا جادُو کی آواز ہے کہ جب وہ فضا میں گونجی تو آپ کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ہرگز نہیں! ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارے دوسرے بھائی تقویٰ کی اِن باریک راہوں پر چلنے والے ہوں جو اسلام نے ہمیں بتائی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک متقی کی حیثیت سے جو زندگی گزاری ہے وہ ایک نمونہ ہے اور اس پر چلنا ایک اِمتحان ہے۔

مَیں نے بتایا ہے کہ اِس امتحان کا نتیجہ تو قیامت کے روز نکلے گا لیکن کچھ ہستیاں اِس دُنیا میں ایسی بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرتا چلا آیا ہے کہ جن کے نتیجہ کا اِعلان اِسی دُنیا میں کر دیتا رہا ہے۔ چنانچہ اِس امتحان کے

نتیجہ میں تمام بنی نوع انسان سے جو اول آیا اس کے نتیجہ کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کر دیا اور فرمایا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میرا وہ بندہ ہے جس نے میری خاطر اپنی زندگی کا ہر لمحہ گزارا اور جو میری نظر میں اتنا محبوب اور پیارا بن گیا کہ اس سے زیادہ کوئی انسان نہ پہلے مجھے محبوب تھا اور نہ آئندہ بنے گا اس لئے میں اسے بطور آئیڈیل (IDEAL) اور بطور نمونہ بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتا ہوں اور ان کے لئے اپنے اس پیارے کا نتیجہ میں اس دنیا میں ہی نکال دیتا ہوں۔

پھر بعض ایسے خدا کے بندے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اس نمونہ کی پیروی کی جو ان کے سامنے پیش کیا گیا اور اپنی زندگیوں کو اسی نمونہ کے مطابق ڈھالا ان کے نتائج کا بھی اسی دنیا میں اعلان ہونا چاہیئے تھا تاکہ دنیا کو پتہ چلتا کہ یہ اسوہ ہے اور اسے ہم نے فالو (FOLLOW) کرنا ہے۔ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہے۔ اس رنگ میں اپنے کو رنگین کرنا ہے اور اُن کے اس نقش کو اپنے دل اور دماغ اور اپنی رُوح پر ثبت کرنا ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اعلان فرما دیا کہ یہ لوگ بھی جنتی ہیں جو میری نگاہ میں متقی اور تزکیہ یافتہ ہیں تاکہ دنیا کے لئے ہر دو شکلوں میں نمونہ مہیا کر دیا جائے۔

ایک وہ جو سب سے افضل، جو سب سے اعلیٰ اور جو سب سے ارفع اور بہترین اسوہ حسنہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک وہ نمونہ جو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اسی نمونہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا اور خدا تعالیٰ سے یہ انعام پایا کہ ان کا نتیجہ اسی دنیا میں نکل آیا۔

ان کے علاوہ باقی جو لوگ ہیں ان کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں نکلے گا۔ اس لئے محض باتیں نہ اس دنیا میں ہمیں کوئی کام دے سکتی ہیں نہ ہماری تسلی کا موجب ہو سکتی ہیں اور نہ ہی ہماری خوشی کا باعث بن سکتی ہیں جب تک

ہمارا انجام بخیر نہ ہو۔ مگر جب ہم دُنیا کو چھوڑیں اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاکیزہ اور بخشش کے قابل ہوں تو ہمیں فائدہ ہے ورنہ ایسے لوگ بھی اِس دُنیا میں گزرے ہیں کہ جو اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں مثلاً انسٹھ سال چھ مہینے فی الواقع اور حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کے مقرب بندے رہے لیکن اس کے بعد اپنی بدقسمتی کی وجہ سے انہوں نے ٹھوکر کھائی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لے لیا اور ان کا انجام بخیر نہ ہُوا بلکہ بد ہُوا۔

پس وہ جو نہ مستقبل کا علم رکھتا ہے۔ وہ جو نہ اُس وقت کا علم رکھتا ہے جب ہمارے جسموں کے ذرّے زمین کے ذرّوں سے ملے ہوئے تھے۔ وہ جو نہ اس ماحول کا پوری طرح علم رکھتا ہے کہ جو ماحول ہمیں ماں کے پیٹ میں حاصل تھا۔ اور وہ جو نہ اس ماحول کا علم رکھتا ہے جو پیدا ہونے کے بعد پہلے دن سے شروع ہُوا۔ پھر وہ جو نہ ان علومِ رُوحانی بلکہ لاکھوں دیگر باتوں سے واقف ہے جو ہم پر اثر انداز ہوتی ہیں کس طرح فتویٰ دے سکتا ہے کہ مَیں متقی ہوں فلاں متقی ہے ؟؟؟

دیکھو! خدا کے بندے ڈر ڈر کر اپنی زندگیاں گزارتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ پر انتہائی پریشانی طاری تھی اور آپ کے مُنہ سے یہ فقرہ نکل رہا تھا لَا لِیَ وَلَا عَلَیَّ کہ اے خدا! مَیں نے خلیفۂ وقت ہونے کی حیثیت سے یہ زندگی کے دن گزارے ہیں تُو نے انتہائی سخت ذمہ داریاں مجھ پر عائد کی تھیں مَیں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ انہیں نباہوں لیکن مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے ان کو اس رنگ میں نباہا ہے کہ مَیں تیری خوشنودی کو حاصل کر سکوں اِس لئے میری یہ درخواست ہے کہ اِس زمانۂ خلافت میں جو مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں اور ان کے مقابل جو مجھ سے نیک کام ہوئے تُو ان کو ایک دوسرے سے ملا کر کینسل (CANCLE) کر دے مَیں اجر نہیں چاہتا صرف مجھے سزا سے بچا لے۔ مجھے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت کی وجہ سے، اس زمانہ کی برکتوں کے طفیل جو مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارا اگر تُو معاف فرما دے اور مجھے اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے تو مَیں سمجھوں گا کہ مَیں کامیاب ہو گیا۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر کا حال تھا۔ حالانکہ ایک دُنیا جانتی ہے کہ کس رنگ میں آپ نے اپنی زندگی کے دن گزارے تھے لیکن چونکہ وہ قرآن کریم کا علم رکھنے والے تھے اِس لئے ان کو معلوم تھا کہ مَیں اپنے متعلق یا کوئی دوسرا شخص میرے متعلق تزکیۂ نفس کا فتویٰ نہیں دے سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامِل حال نہ ہو۔

آج جو کچھ مَیں کہنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ اگر ہم باتیں کرتے رہے ہیں تو ان کے دن ختم ہو گئے اب کام کے دن ہیں۔ بہت کچھ ہم نے سُنا اب ہمیں کچھ کرنا بھی چاہیئے۔ اگر ہم نے سُنا اور اس کے مطابق عمل نہیں کیا تو ہم نے "سُنا" "اَن سُنا" کر دیا۔

اور جب مَیں یہ کہتا ہوں کہ یہ کرنے کے دن ہیں تو میری مراد یہ ہے کہ وہ باتیں اور وہ کام کرنے کے دن ہیں جن کے متعلق خلفاء نے ہمیں بحیثیت خدام ہدایتیں دیں اور ہمارے لئے ایک لائحہ عمل بنایا۔ اگر ہم اپنی عقلوں کو ان ہدایات پر برتر قرار دیتے ہوئے ان ہدایتوں پر عمل تو نہ کریں لیکن اپنی سمجھ اور اپنی عقل کے مطابق بعض نئے پروگرام بنا کر ان کے مطابق عمل کریں تو تب بھی وہ عمل جہاں تک جماعتِ احمدیہ اور جماعتِ احمدیہ کی ترقی کا سوال ہے بالکل بے معنی اور لغو ہیں۔ اگر اللہ نے توفیق دی تو اپنی دوسری تقریر میں جو اِنشاء اللہ پرسوں آخری دن ہو گی مَیں اِس کے دوسرے حصّہ کے متعلق اپنے بھائیوں سے کچھ کہوں گا دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے صحت دے اور توفیق دے کہ مَیں ان ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح نباہ سکوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے کمزور کندھوں پر لا ڈالی ہیں۔

اب اِن تمہیدی فقرات کے بعد دعا کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کان کے چسکہ سے اسی طرح بچائے جس طرح ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ زبان کے چسکہ سے ہمیں بچائے اور دوسرے چسکے جو وقتی اور عارضی لذت اور سرور تو انسان کو پہنچاتے ہیں لیکن دائمی سرور اور ابدی لذتوں سے اسے محروم کر دیتے ہیں ان سے بھی ہمیں بچائے۔ اللہ کرے کہ ہمارا سُننا اِس قسم کا نہ ہو بلکہ ہمارا سُننا بھی برکت کا موجب ہو اور

پھر اس پر ہمارا عمل کرنا بھی برکت کا موجب ہو اور وہ محض اپنے فضل سے اور محض اپنے رحم سے ہمارے لئے ایسے سامان پیدا کر دے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارا تھوڑا اُس کی نگاہ میں بہت قرار دیا جائے اور ہماری کمزوریاں اُس کے فضل سے طاقت اور قوت میں شمار ہونے لگیں کیونکہ جب کمزور سے کمزور تر اِنسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قوت اور طاقت اور اس کی تائید اور نصرت شامل ہو جائے تو پھر جو مرکب بنتا ہے وہ "ری اِن فورسڈ کنکریٹ" کی طرح ہوتا ہے جس میں لوہا ملا کے توریت کو بھی طاقت اور سیمنٹ کو بھی طاقت بخشی جاتی ہے۔

پس اگر ہمارے اعمال میں خدا تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمتوں کی "ری اِن فورسمنٹ" ہو تو اسی میں ہمارا بھلا ہے کیونکہ جب ہم اِس دُنیا سے کُوچ کریں گے تو دُنیا جو کچھ مرضی ہے ہمیں کہے لیکن خدا یہ کہہ رہا ہوگا کہ یہ میرا بندہ ہے جس کا انجام بخیر ہُوا اور جس سے مَیں راضی ہوں۔

اَب دعا کریں۔

پروفیسر قاضی محمد اسلم بھی اللہ کو پیارے ہو گئے

(محترم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب ربوہ)

محترم قاضی محمد اسلم بھی اللہ کو پیارے ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُن کی موت ایک عالم کی موت ہے اِس لئے کہ ایک عالم کی موت ۔۔۔ موت العالِم موت العالَم ہے۔ وہ پڑھے لکھے آدمی کی تعریف اکثر یوں کیا کرتے تھے کہ ایک پڑھا لکھا انسان اپنے علم میں ماہر ہونے کے علاوہ ہر دوسرے علم کی شُدبُد رکھتا ہے۔ اِس تعریف کے ابتدائی اور انتہائی دونوں معیاروں کے مطابق وہ ایک نہ صرف حقیقی معنوں میں پڑھے لکھے بلکہ بہت بڑے پڑھے لکھے انسان تھے۔ وہ نہ صرف عالم تھے بلکہ عالم باعمل بھی تھے اور عالم گر بھی۔ اُن کی تدریس اور تعلیم کا سلسلہ نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے اور ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے متعدد ممالک میں اُن کے شاگرد موجود ہیں جو اِس وقت خود بڑی بڑی علمی درسگاہوں میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔

محترم پروفیسر محمد اسلم مرحوم کی شخصیت ایک ہفت پہلو شخصیت تھی۔ وہ نہ صرف ایک عالم تھے بلکہ ایک صوفی منش خدا ترس بزرگ بھی تھے۔ ایک نہایت سلجھے ہوئے انسان اور ایک نہایت ہی شفیق ساتھی بھی۔ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے انہیں بہت لمبے عرصہ تک بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس تعلق کا تقاضہ یہ ہونا چاہیئے کہ میں انکی ذات اور صفات کے متعلق ایک پورا مضمون لکھوں لیکن میرے دوست مکرم ملک خالد مسعود ایڈیٹر "خالد" کی فرمائش ہے کہ اِس وقت مختصراً اُن کے متعلق چند الفاظ تحریر کر دوں تاکہ خالد کی اِس اشاعت میں شامل کئے جا سکیں۔ ان کے اِس ارشاد کی تعمیل میں یہ چند سطور سپردِ قلم ہیں۔

محترم قاضی صاحب کی طبیعت بہت ہی دھیمی اور نرم تھی اور اپنی اس مٹھاس اور نرم گفتاری کی وجہ سے انہوں نے بے شمار بگڑے ہوؤں کو سنوارا۔ اگرچہ وہ پاکستان کی تین علمی درسگاہوں یعنی گورنمنٹ کالج لاہور، پنجاب یونیورسٹی لاہور اور کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ہائے علم نفسیات کے مؤسسِ اعلیٰ تھے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بعض نفسیاتی مریض علاج کے لئے اُن کے پاس لائے بھی جاتے تھے مگر انہوں نے کبھی بھی اسے بطور پیشہ اختیار نہیں کیا اور نہ کبھی اس سے مالی منفعت حاصل کی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اپنے بے شمار ملنے والوں اور شاگردوں کی وساطت سے انہوں نے متعدد مریضوں کا کامیاب علاج کیا جو انکی علمی اور روحانی بصیرت کی وجہ سے شفایاب ہوئے اور اب معمول کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

محترم قاضی صاحب مرحوم کی تہذیبِ نفس اور عظیم علمی تربیت میں ہندو پاک کی مشہور تعلیمی درسگاہوں جن میں گورنمنٹ کالج لاہور اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ تو شامل ہے ہی کیمبرج یونیورسٹی کا بھی بہت بڑا دخل ہے لیکن ان سب سے زیادہ اُس روحانی پرورش اور تربیت کا دخل تھا جو اُن کی خوش قسمتی اور اُن کی حُسنِ نیت اور عظیم ذاتی استعداد کی بناء پر انہیں حضرت مصلح موعود کی ذاتِ بابرکات سے میسر آئی۔

مجھ سے اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعود نے ایک بہت بڑا علمی خزانہ اپنی کتب اور تفاسیر میں چھوڑا ہے اور یہ کہ انکی رہنمائی اور ہمت افزائی ہمیشہ میرے آڑے آتی رہی اور میں جب بھی انکی کتب کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے نئے نئے نکات ملتے ہیں۔ مجھ سے کئی دفعہ ذکر کیا کہ حضرت مصلح موعود کی یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ جس موضوع پر اظہارِ خیال کرتے اُس کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیتے تھے۔ اس کا اظہار محترم قاضی صاحب مرحوم نے ایک پنجابی فقرہ میں متعدد بار کیا اور وہ فقرہ یہ تھا کہ "حضرت صاحب چانن کر دیندے سی"۔ یعنی حضرت صاحب موضوع کو روشن کر دیتے تھے۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ محترم قاضی صاحب اپنے کالج اور یونیورسٹی کے بہت اچھے مقرر اور ڈیبیٹر تھے اور علیگڑھ یونیورسٹی یونین کے سیکرٹری منتخب ہوئے تھے جو کسی بھی طالب علم کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

گورنمنٹ کالج لاہور، پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۶۶ء میں آپ کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا پرنسپل مقرر کیا گیا اور ۱۹۷۰ء تک آپ نے اپنے فرائض خوش اسلوبی اور جوان ہمتی سے ادا کئے۔ آپ ہی کے زمانہ میں ایم ایس سی فزکس کا اجراء ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ جن دنوں ہم امتحان کے لئے کوشش کر رہے تھے آپ میرے ساتھ متعدد مرتبہ مختلف محکموں خصوصاً پنجاب یونیورسٹی کے متعلقہ دفاتر اور لیبارٹریز میں جاتے تھے اور کبھی بھی آپ نے کسی تامل یا تردد یا تھکاوٹ کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ جہاں جانا پڑا وہاں گئے۔ ان دفاتر میں امپورٹ ایکسپورٹ کے اعلیٰ دفاتر بھی شامل تھے اور اگرچہ اس قسم کے دفاتر میں جانا اُن کے لئے ایک ذہنی بوجھ تھا مگر اسکے باوجود وہ ہمیشہ اس بھاگ دوڑ میں میرے اچھے ساتھی اور رہنما ثابت ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں جب خرابیٔ صحت کی بناء پر انہوں نے اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کی تو اپنی معروف صاف گوئی اور مزاح کے رنگ میں مجھ سے فرمانے لگے میں آج چوتھی دفعہ ریٹائر ہوا ہوں لیکن پھر بھی مجھے بہت بڑا ذہنی دھچکا سا لگا ہے۔ درحقیقت ریٹائرمنٹ چیز ہی ایسی ہے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اُن کا علمی ذوق شوق جاری رہا بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ترقی پذیر ہوا۔ علاوہ ان مضامین اور تحقیقی مقالوں کے جو دُنیا کے مشہور ترین رسالوں میں شائع ہو کر علمی دُنیا سے داد حاصل کر چکے ہیں انہوں نے بانیٔ سلسلہ اور آپ کے جانشینوں کی متعدد کتب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کی تعداد تقریباً ایک درجن تک پہنچتی ہے۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں انہوں نے حقیقۃ الوحی جیسی دقیق کتاب کا ترجمہ مکمل کیا اور حضرت مصلح موعود کی جلسہ سالانہ کی تقریر "انقلابِ حقیقی" کا ترجمہ بھی مکمل کیا اور اس بات کا اہتمام کیا کہ یہ تراجم ہر لحاظ سے مکمل ہو کر ٹائپ ہو جائیں اور ان کے مسودات جلد بندی سے محفوظ ہو جائیں۔ ہر دو تراجم کی تین تین سو کاپیاں تیار کروائیں اور وفات سے چند ماہ قبل میرے سپرد کیں کہ انہیں محفوظ کر لو اور اگر کسی کو پسند آجائیں تو شائع کروا دینا۔ جماعت اور علمی دُنیا کے لئے یہ اُن کا آخری تحفہ ہے۔ یہ سارے کا سارا کام انہوں نے بیماری کی حالت میں سرانجام دیا اور وفات سے چند روز قبل تک وہ اس کوشش میں رہے کہ "آئینہ کمالاتِ اسلام" کا ترجمہ جس حد تک ہو سکے مکمل کر دیا جائے۔ انگریزی کے محاورے کے مطابق انہوں نے میدانِ جنگ میں اپنی جان دی۔ وہ شہید ہیں اور ہر شہید کی طرح زندۂ جاوید ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؁

گورنمنٹ
پنجاب سے
منظور شدہ
رہائشی مسائل میں آپ کا معاون ادارہ
طیب ہاؤسنگ سوسائٹی
جسے اپنے کرم فرماؤں کا اعتماد حاصل ہے
آپ بھی خدمت کا موقع دیں
طیب ہاؤسنگ سوسائٹی ریلوے روڈ۔ صدر راولپنڈی
فون نمبر: ۶۳۲۸۵

(محترم حافظ مظفر احمد صاحب۔ ربوہ)

پاک ہے وہ ذات جس نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کی ہدایت کے سامان کئے اور ہر زمانہ میں دُنیا کو اپنی ذات سے روشناس کرانے کے لئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجے اور دُنیا کی بھلائی اور رہنمائی کیلئے ظاہری نظام کے ساتھ ایک محکم اور مستقل رُوحانی نظام قائم کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (المنشرح آیت ۶، ۷) یعنی یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی مقدر ہے یقیناً تنگی کے ساتھ بڑی کامیابی مقدر ہے۔

اِس میں اشارہ ہے کہ جب لوگوں کو اپنے معاملات کے بارہ میں (خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی) تنگی اور نقصان کا سامنا کرنا پڑے تو اس کے بعد وہ کشائش اور نفع کے حالات بھی دیکھیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۱۰) یعنی اِس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اِس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ اِن آیات میں فساد کے زمانہ میں مجدد کے آنے کا اشارہ ہے۔ اور حفاظتِ قرآن کے یہی معنی ہیں کہ فتنوں اور طغیانی کی آندھیوں کے وقت قرآن کے معانی کی حفاظت ایسے وجودوں کے ذریعہ سے کی جائے اور قرآن کو دلوں میں راسخ کیا جائے [۱]

حدیثِ مجددین

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا [۲]

یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اِس اُمّت کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجے گا جو اُمّت کے لئے دین کو تازہ کریں گے (تجدید دین سے مراد قرآن و سُنّت کا قیام اور احیاء ہے)۔

حفاظِ حدیث اِس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔

---

[۱] مفہوم از عربی عبارت سرّ الخلافہ صفحہ ۳۷

[۲] ابوداؤد کتاب الملاحم)

حضرت اقدس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حفاظتِ قرآن کے وعدہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کی تشریح ہے۔ بلکہ فرمایا:۔

" قرآن کریم کی حفاظت کے ساتھ یہ حدیث تواتر کا حکم رکھتی ہے[1]۔"

حدیث کا مطلب اور حکمت

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ کوئی صدی مجدد سے خالی نہیں ہوگی اور عملاً بھی ہر صدی کے اوّل و آخر اور وسط میں مجدّدین کے وجود سے یہ بات ثابت ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر صدی میں صرف ایک مجدّد کا آنا مراد نہیں بلکہ مجدّدین کی ایک جماعت مراد ہے۔ اور پھر تجدید کے لفظ میں مجدّدین کے آنے کی حکمت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ اس سو سال کے عرصہ میں احکامِ دین اور کتاب و سُنّت کی اتباع میں جو بدعتیں رواج پا گئی ہوں مجدّد ان کو ختم کرتے اور حق کو قائم کرتے ہیں اور سُنّت کو بدعت سے جُدا کر کے دکھلا دیتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں مزید لکھتے ہیں کہ:۔

اس لحاظ سے ہر عالمِ دین، خدا پرست، سُنّت کا اِحیاء کرنے اور بدعت کو مٹانے والا مجدّدِ دینِ نبوی اور محئ سُنّتِ مصطفوی ہے[2]۔

یہی تشریح دوسرے ائمہ حضرت ملا علی قاری وغیرہ نے فرمائی ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اختتامی خطاب میں اس مسئلہ کو علمی طور پر واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حدیث سے مراد ہر صدی میں کئی مجدد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

" مَنْ یُّجَدِّدُ کے متعلق امام المناوی فرماتے ہیں کہ اس میں مَنْ سے مراد ایک یا ایک سے زیادہ آدمی ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ اس حدیث سے اس کا امام ہی مراد ہے لیکن ظاہر بات یہی ہے کہ اس کو ہر ایک گروہ کے علماء پر چسپاں کیا جانا چاہیئے اور علقمی کہتے ہیں کہ تجدید سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی جن باتوں پر عمل مٹ گیا ہے ان کو وہ ازسرِنو زندہ کرے اور وہ کہتے ہیں کہ خوب یاد رکھو مجدد دعویٰ کوئی نہیں کرتا بلکہ اس کا علم لوگوں کو بعض قرائن اور حالات اور ان خدمات سے ہوتا ہے جو وہ اسلام کی کرتا ہے۔ شیخ محمد طاہر گجراتی (۱۵۰۸ـ۱۵۹۰) جو سولھویں صدی میں ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں انہوں نے اس حدیث پر یہ نوٹ دیا ہے کہ اس کے مفہوم کے متعلق اتفاق ہی نہیں علماء نے اختلاف کیا ہے

---

[1] ملفوظات جلد پنجم ص۱۰۱ [2] حجج الکرامہ ص۱۳۳، ۱۳۴

یعنی اِس بات میں اختلاف کیا ہے کہ
کون مجدد تھا کس صدی کا اور کون
نہیں تھا اور ان میں سے ہر ایک فرقہ
نے اسے اپنے امام پر چسپاں کیا ہے
مگر بہتر یہ ہے کہ اسے عام مفہوم پر
محمول کیا جائے۔"[1]

اَب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی علامات اور
کام ہیں جن سے کسی کے مجدد ہونے کا پتہ چلتا ہے۔
اِس کا جواب حضرت اقدس نے یہ دیا ہے :۔

"خدا کی عادت ہے کہ وہ ایسے
بندوں کو بھیجا کرتا ہے جنہیں اس
دین کی تجدید کے لئے پسند فرما لیتا
ہے اور انہیں اپنے حضور سے
قرآن کے اسرار عطا کرتا ہے اور
حق الیقین تک پہنچاتا ہے اِس لئے
کہ وہ لوگوں پر حق کے معارف کو پوری
قوت اور غلبہ اور چمک کے رنگ میں
ظاہر کریں اور ان معارف کی حقیقت
اور کیفیت اور راہوں اور ان کی
شناخت کے نشانوں کو بیان کریں
اور لوگوں کو بدعتوں اور بدکرداریوں
سے اور ان کے طوفان وطغیان سے
چھڑائیں اور شریعت کو قائم کریں اور
اس کی بساط کو بچھائیں اور افراط و
تفریط کو جو اس میں داخل کی گئی
ہے دُور کریں۔ اور جب خدا اہلِ
زمین کے لئے چاہتا ہے کہ ان کے
دین کو سنوارے اور ان کے بُرہانوں
کو روشن کرے۔ ہول اور مصیبت کے
پیش آنے پر ان کو مدد دے تب
ان بزرگوں میں سے کسی کو ان میں
کھڑا کر دیتا ہے اور نشانوں اور
قاطع حُجتوں سے اس کی تائید کرتا
ہے۔"[2]

حضرت اقدس سے یہ سوال بھی کیا گیا کہ "کیا یہ
ضروری ہے کہ ہر صدی پر مجدد ہونا چاہیئے؟" آپ نے
فرمایا :۔

"یہ تو ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر
پر مجدد آئے۔ بعض لوگ اِس بات کو
سُنکر پھر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب کہ
ہر صدی پر مجدد آتا ہے تو پھر تیرہ صدیوں
کے مجددوں کے نام بتاؤ۔
مَیں اِس کا پہلا جواب یہ دیتا ہوں
کہ ان مجددوں کے نام بتانا میرا کام
نہیں۔ یہ سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] دیکھیں الفضل ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء خطاب حضور ایدہ اللہ بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۷۷ء

[2] اَلْھُدٰی وَالتَّبْصِرَۃُ لِمَنْ یَّرٰی صفحہ ۲ ترجمہ از عربی

سے کرو جنہوں نے فرمایا ہے کہ ہر صدی پر مجدّد آتا ہے۔[1]....

لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ جواب مسلمانوں کو مدِّنظر رکھ کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم یہ سوال کرے تو اس کے لئے دوسرا جواب پیش کرنا ہوگا۔ چنانچہ اس حدیث کا دوسرا جواب حضرت اقدس نے اِس طرح پیش فرمایا:۔

"مَیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ حدیث جھوٹی نہیں ہے صحیح ہے۔ یہ عام طور پر مشہور رہے کہ ہر صدی پر مجدّد آتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ نے ۱۲ مجدّد گن کر بھی دکھائے ہیں مگر مَیں ان کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اِس حدیث کی صحت کا یہ معیار نہیں بلکہ قرآن اسکی صحت کا گواہ ہے۔ یہ حدیث اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کی شرح ہے۔"[2]

پس جب مجددین کا آنا قرآن شریف کی ایک زبردست صداقت کا ثبوت بھی ہے تو ایک جستجو کرنیوالا اور محقق انسان اس ثبوت کی تفصیل سے متعلق سوال کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود چودھویں صدی کے مجدد کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"دشمنانِ اسلام کا حق ہے کہ وہ

---

[1] ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۰۰
[2] " " " صفحہ ۱۰۱

ہم سے مطالبہ کریں کہ اِس صدی کا مجدّد کونسا ہے اسے ہمارے سامنے پیش کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدّد آئیں گے۔ ... احمدی جماعت اِس اعتراض کو فوراً رَدّ کر سکتی ہے اور کہہ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ صدی بھی مجدّد سے خالی نہیں گئی اور اِس زمانہ میں معمولی مجدّد نہیں بلکہ مسیح موعود کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اِسلام کو مضبوط کیا ہے۔"[1]

پس مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں یہی سوال اگر چودہ صدیوں کے مجدّدوں کے بارہ میں دشمنانِ اسلام کی طرف سے ہو تو تحقیقی جواب اِس سوال کا یہی ہوگا کہ ہم ان صدیوں کے مجدّد گنوا دیں جیساکہ اِس مضمون میں کوشش کی گئی ہے۔

اِس دوسرے پہلو سے بھی اِس آیتِ قرآنی کی صداقت کا ثبوت حضرت اقدس نے پیش فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالبِ حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سیّد و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں

---

[1] تحفۃ الملوک صفحہ ۳

جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے جیساکہ سید عبد القادر جیلانی۔ اور ابوالحسن خرقانی اور ابو یزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن عربی اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی اور فرید الدین پاک پٹنی اور نظام الدین دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اسلام میں گزرے ہیں اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء و فضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحبِ خوارق و کرامات تھے۔" [1]

اس جگہ ہم نے تمام مجددین کے تفصیلی حالات خوفِ طوالت سے چھوڑ کر صرف ہر صدی کے ایک مشہور و معروف مجدد کا تذکرہ کر دیا ہے۔ ان تیرہ مجددین کے انتخاب میں ان کے تجدیدی کام کے لحاظ سے حضرت اقدس کا یہ ارشاد ملحوظ رکھا ہے کہ :-

"اللہ تعالیٰ ہر صدی پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصّے کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہو۔" [1]

اسی طرح حضرت اقدس نے جس جس مجدد کا ذکرِ خیر اپنی کتابوں میں فرمایا ہے اس سے بھی ہم نے تیرہ صدیوں کے مجددین کے انتخاب میں راہنمائی لی ہے کیونکہ جو مجدد صفاتِ حسنہ کا جامع ہوتا ہے وہ باقی سب مجددوں کا سردار اور بڑا مجدد مانا جاتا ہے اور باقی سب اس کی ذیل میں سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی بڑا ہوتا تھا تو دوسرے اسکے تابع ہو کر کارروائی کرتے تھے۔

ان تمام امور کو مدِنظر رکھنے کے باوجود بھی ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ تیرہ مجددین کی یہ فہرست آخری اور حتمی ہے بلکہ جیساکہ ہم نے کہا مجددین کو تیرہ کے عدد میں محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ کئی لحاظ سے ان کی کئی فہرستیں بن سکتی ہیں صرف بعض پہلوؤں سے چند مشہور مجددین کا تعارف کروایا جا رہا ہے۔

پہلی صدی کے مجدد

عمر بن عبد العزیز (۶۱ھ — ۱۰۱ھ)

مروان بن حکم کے صاحبزادے تھے۔ والدہ ماجدہ

---

[1] کتاب البریہ صفحہ ۱۹۶

[1] ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲

اُمِّ عاصم حضرت عمرؓ کی پوتی تھیں۔ آپ کے استاذ مدینہ کے مشہور محدّث صالح بن کیسان تھے۔ اس کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالک، سائبؓ بن یزید جیسے جلیل القدر صحابہؓ کے درس سے بھی فائدہ اُٹھایا۔ ایک دفعہ آپکے استاذ صالح سے عمر کے والد عبدالعزیزؒ نے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مَیں نے عمر سے زیادہ کسی بچّہ کا دل اللہ کی عظمت سے لبریز نہیں پایا۔ ۹۹ھ مطابق ۷۱۷ء خلیفہ سلیمان کے مرنے پر تخت نشین ہوئے۔ آپ بنی امیہ کے نویں خلیفہ تھے۔ خدا پرست، فیاض، علم دوست اور منصف مزاج تھے۔ اِسلامی دُنیا میں ان کا لقب "خلیفۃ الصالح" مشہور ہے۔ انہوں نے تمام شاہی گھوڑے، اپنی بیوی کے زیورات، جواہرات جو شاہی تعلق سے پیدا ہوئے تھے حقِ عامہ سمجھ کر بیچ ڈالے اور ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے وہ تمام گرجے اور صومعے واپس کر دیئے جو پہلے بادشاہوں نے جبراً چھین لئے تھے۔ وہ ملک گیری کی بجائے موجودہ ملک کو با امن اور خوشحال دیکھنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ ملکی اور مذہبی فساد جو آپس میں ایک دوسرے کو تباہ کر رہے تھے ان کے زمانہ میں بالکل دَب گئے تھے۔ سلطنت میں جا بجا نئی مسجدیں، مدرسے، کارخانے، محتاج خانے، یتیم خانے، شفاخانے کُھل گئے۔ زراعت و تجارت، صنعت و حرفت اور علوم و فنون میں ان کے زمانہ میں خاصی ترقی ہوئی۔ ان کی زاہدانہ اور منصفانہ سلطنت ان شریروں کے لئے ناگوار تھی جو فطرتاً ظلم پسند تھے اِس لئے چند شریر النفس آدمیوں نے ایک غلام کو رشوت دے کر اِس خدا ترس اور دیندار بادشاہ کو ۱۰۱ھ مطابق ۷۲۰ء میں شہید کر ڈالا اور ان کی بجائے یزید ثانی جانشین ہوًا۔ آپ نہایت بے نفس، منکسر المزاج، رعایا کے خیر خواہ، متدیّن شریعتِ اسلامیہ کے پابند تھے۔ آپ نے علمِ حدیث کی بہت خدمت کی اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے خصوصی مساعی فرمائیں۔ آپ کا دینی و علمی مرتبہ ایسا بلند تھا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے مَیں تابعین میں سے بجز عمر بن عبدالعزیزؒ کے کسی کے قول کو حُجّت نہیں سمجھتا[۱]

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو "نیک اور عادل بادشاہ" قرار دیا ہے[۲]

پہلی صدی کے دوسرے معروف مجدّدین کے نام یہ ہیں:-

حضرت سالم

حضرت قاسم

حضرت مکحول

---

[۱] قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴ مرتبہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایون۔
مسلمان حکمران مرتبہ رشید اختر ندوی احسن برادرز لاہور
تاریخ ملّت حصّہ سوم صفحہ ۲۵۵ قاضی زین العابدین میرٹھی ندوۃ المصنّفین دہلی۔

[۲] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۵

اِن کے علاوہ اَور بھی اِس صدی کے کئی مجدّد مانے جاتے ہیں[1]

دوسری صَدی کے مجدّد

امام شافعی (۱۵۰ھ — ۲۰۴ھ)

نام محمد بن ادریس ہے۔ یہ شافعی اِس وجہ سے کہلاتے تھے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ کا نام شافعیہ تھا جو ہاشمی النسل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب ان کے آباء و اجداد میں شامل تھے اِسی وجہ سے ان کو امام المطلبی بھی کہتے ہیں۔ عارف باللہ ان کا لقب ہے۔ آپ غزہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا سنِ وفات ہے۔ آپ اہلسنّت والجماعت کے چار مشہور فقہی اماموں میں سے ایک تھے۔ فنِ حدیث میں ان کے دو مجموعے "مسند" اور "سنن" مشہور ہیں۔ فقہ میں الفقہ الاکبر ان کی ایک مستند کتاب ہے۔ شافعی مذہب کے پیرو خراسان میں بہت زیادہ ہیں۔ اس وقت ہندوستان اور ایران میں ان کے مقلّد بہت کم پائے جاتے ہیں مصر میں بتاریخ ۲۰ جنوری ۸۲۰ء مطابق ۳۰ رجب ۲۰۴ھ ۵۴ سال کی عمر میں وفات پائی[2]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھیں عسلِ مصفّی جلد ۱ صفحہ ۱۶۲ بحوالہ النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۹، قرۃ العیون جلد ۱ صفحہ ۳، تعریف الاحیاء لفضائل الاحیاءُ

[2] قاموس المشاہیر جلد دوم مرتبہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایون ۱۹۲۶ء صفحہ ۲

آپ کے علاوہ مندرجہ ذیل مجدّدین دوسری صدی میں مانے جاتے ہیں:۔

امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ۔ یحییٰ بن معین بن عون عطفانی ۔ اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد قیس۔ ابوعمرو مالکی مصری، خلیفہ مامون رشید بن ہارون ۔ قاضی حسن بن زیاد حنفی۔ جنید بن محمد بغدادی صوفی ۔ سہل بن ابی سہل بن رنخلہ شافعی۔ بقول امام شعرانی حارث بن اسعد طابی ابوعبداللہ صوفی بغدادی۔ اور بقول علامہ عینی احمد بن خالد الخلال ۔ ابوجعفر حنبلی بغدادی ۔

تیسری صَدی کے مجدّد

حضرت ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ — ۳۲۵ھ)

آپ کا تعلق مشہور صحابیٔ رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ہے۔ نام و نسب یہ ہے۔ ابوالحسن علی بن اسمٰعیل بن اسحٰق بن سالم بن عبداللہ بن موسیٰ بن ہلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری۔ آپ ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک ۳۳۰ھ سے کچھ پہلے اور ۳۲۰ھ کے بعد کسی سن میں انتقال ہُوا۔ ۳۲۴ھ یا ۳۲۵ھ کا سن معیّن کیا جا سکتا ہے۔

فکر و نظر کی اصابت اور تعمق کے پہلو بہ پہلو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو نعمتوں سے خاص طور پر نوازا تھا یعنی لحنِ داؤدی اور قناعت و بے نیازی۔ آپ کے جدّ حضرت ابوموسیٰؓ کی آواز کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزمارِ داؤد سے یاد فرمایا تھا۔

دامغانی کی روایت ہیں آپ کے ایک خادم سے مروی ہے جس نے برسوں آپ کی خدمت کی کہ میں نے ابوالحسن سے زیادہ عفیف اور پارسا اور ان سے بڑھ کر امورِ دُنیا میں احتیاط کرنے والا اور امورِ آخرت میں شاداں و فرحاں اور کسی شخص کو نہیں پایا۔

علامہ ابنِ حزم نے ان کی کتابوں کی تعداد پچپن اور ابنِ فورک نے آپ کی تصنیفات تین سو تک گنوائی ہیں۔ ابنِ عساکر نے ۹۹ کتابوں کا ذکر کیا ہے (ان میں الموجز ۱۲ جلدوں میں ہے)۔ پہلے معتزلی تھے لیکن چالیس سال کی عمر میں اہل سُنّت میں شامل ہو گئے۔[1]

اِن کے علاوہ تیسری صدی کے مجدّد اصحاب درجِ ذیل ہیں:-

قاضی احمد بن شریح بغدادی شافعی۔ ابوجعفر طحاوی ازدی حنفی۔ احمد بن شعیب۔ ابوعبدالرحمٰن نسائی۔ خلیفہ مقتدر باللہ عباسی (قریشی)۔ حضرت شبلی صوفی۔ عبیداللہ بن حسین۔ ابوالحسن کرخی صوفی حنفی۔ امام بقی بن مخلد قرطبی مجدّد اندلس اہل حدیث۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھیں۔ مقالات الاسلامیین از علامہ ابوالحسن اشعری حصہ اوّل صـ۲۱ ترجمہ از مولانا محمد حنیف ندوی۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور۔

۲۔ تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری تصنیف ابنِ عساکر الدمشقی مطبعہ التوفیق دمشق۔

چوتھی صَدی کے مجدّد

حضرت ابوبکر باقلانی (۳۳۸ھ ——— ۴۰۳ھ)

نام محمد بن الطیّب بن جعفر تھا۔ بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت اختیار کی۔ اساتذہ فن سے حدیث و علمِ کلام پڑھا اور متبحر عالم بنے۔ بغداد کے جامع المنصور آپ کا حلقۂ درس بہت بڑا تھا۔ آپ نے امام الاشعری کی بحثوں کو مرتّب کیا۔ توحید کے لئے دلائلِ عقلیہ بیان کئے اور اس طریقِ استدلال سے دینی علوم کو عروج پر پہنچایا۔ آپ علمِ کلام کے امام مانے جاتے ہیں۔ روایت حدیث میں ثقہ تسلیم کئے جاتے ہیں قاضی عیاض نے ان کو سیف السُنّۃ اور لسان الامّۃ کا خطاب دیا ہے۔ آپ اہلِ بصرہ کے امامِ وقت اور علمائے مالکیہ کے سرخیل کہلاتے تھے۔ آپ چوتھی صدی کے مجدّد مانے گئے ہیں۔ سُنّت کی بڑی نصرت فرمائی اور معتزلہ کا قلع قمع کیا۔ علمی فضائل کے ساتھ زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت اور دیانت میں بھی مشہور تھے۔ ایک دن دارقطنی نے باقلانی کا مُنہ چُوم کر کہا یہ اہل الاہواء کا ردّ کرتا ہے۔ ۳۵ ورق روزانہ لکھتے تھے۔ آپ نے ملحدین کے خلاف ستّر ہزار ورق لکھے۔ آپ کی پچپن کتابوں کا ذکر ملتا ہے عضدالدولہ کے دربار میں آپ کے مناظروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس بادشاہ نے آپ کو شاہ روم کے پاس سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا تھا اور وہاں عیسائی پادریوں سے آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں اعجاز القرآن، کتاب التمہید،

مناقب الائمہ، دقائق الکلام مشہور ہیں۔

آپ نے بروز ہفتہ ۲۳ ذوالقعدہ ۴۰۳ ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ کے علاوہ چوتھی صدی کے مجددین کی فہرست یہ ہے :-

خلیفہ قادر باللہ عباسی (قریشی)، ابوحامد المفرانی، حافظ ابونعیم، ابوبکر خوارزمی حنفی، امام بیہقی، حضرت ابوطالب ولی اللہ صوفی قوت القلوب، حافظ احمد بن علی بن ثابت بن خطیب بغدادی، ابو اسحٰق شیرازی، ابراہیم بن علی بن یوسف فقیہہ و محدث اور شاہ ولی اللہ کے نزدیک امام حاکم نیشاپوری۔

پانچویں صدی کے مجدّد

امام محمد غزالی (۴۵۰ ھ ——— ۵۰۵ ھ)

ابوحامد کنیّت، محمد زین الدین نام، اپنے وطن کی نسبت کی وجہ سے الطوسی کہلاتے تھے۔ اسلام کے مشہور امام جید عالم اور فلسفی تھے۔ امام الحرمین عبدالملک آپ کے استاد تھے۔ امام غزالی کو نظام الملک کے دربار میں رسائی حاصل تھی۔

کیمیائے سعادت اِن کی مشہور کتاب ہے جس کا ترجمہ اُردو میں بھی ہو گیا ہے۔ ۹۹ تصانیف ہیں جن میں سے تفسیر جواہر القرآن، عقائد غزالی، احیاء العلوم، تہافتہ الفلسفہ، المنقذ بہت مشہور ہیں۔ ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۸ء میں طوس کے ایک موضع غزالہ میں پیدا ہوئے اور ۸ دسمبر ۱۱۱۱ء مطابق ۴ جمادی الثانی ۵۰۵ ھ کو ۵۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

امام صاحب کو عقائد، اعمال، اخلاق تعلیم وغیرہ شعبوں میں جس قدر اصلاح کا موقع ملا وہ بلاشبہ ایک مجدد کا کام ہے۔ آپ نے کئی فقہی نزاعیں دُور کر کے صحیح اسلامی نظریے پیش کئے۔ [2]

آپ کے علاوہ پانچویں صدی کے مجدد حسبِ ذیل اصحاب مانے جاتے ہیں :-

علامہ عینی اور کرمانی کے نزدیک حضرت راعونی حنفی، خلیفہ مستظہر بالدین مقتدی باللہ عباسی (قریشی)، عبداللہ بن محمد انصاری، ابو اسمٰعیل ہروی، ابو طاہر سلفی، محمد بن احمد ابوبکر شمس الدین سرخسی فقیہہ حنفی۔

چھٹی صدی کے مجدّد

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (پیرانِ پیر)

(۴۷۰ ھ ——— ۵۶۱ ھ)

محی الدین لقب، غوث الاعظم عرف۔ آپ کے والد ماجد کا نام صالح اور والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ ثانیہ تھا۔ آپ حسنی الحسینی سید ہیں۔ آپ کو خرقۂ خلافت اپنے

---

[1] اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ زیرِ اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور جلد ۳ صفحہ ۹۲۶

[2] قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۱۱ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں الغزالی از علامہ شبلی و امام غزالی سید امیر حسن نورانی اسلامیہ کالج لکھنؤ)

والد سے بھی حاصل تھا اور حضرت ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلیفہ تھے۔ آپ قصبۂ جیلان میں جو بغداد سے تین منزل ہے ۲۹ رشعبان ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ ماں کی تربیت کے باعث بچپن سے ہی نیکی کی طرف میلان تھا۔ حصولِ علم کے لئے سفرِ بغداد کا مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ کے قافلہ پر ڈاکہ پڑا تو آپ نے ڈاکوؤں کو ماں کی وصیت کے مطابق سچ سچ بتا دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں جس پر ڈاکوؤں نے توبہ کر لی تھی۔ سلسلۂ قادریہ آپ کے نام سے منسوب ہے۔ آپ صاحبِ کرامات و خوارق عادات تھے تحصیلِ علومِ ظاہری بغداد میں فرمائی۔ آپ جملہ علوم معقول و منقول کے فاضل تھے۔ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں مگر فقہ میں غنیۃ الطالبین اور تصوف میں بہجۃ الاسرار اور ملفوظاتِ قادری زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی کتاب فتوح الغیب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی خاص کتابوں میں ہر وقت پاس رکھتے تھے۔ آپ کا رجحان طبعی نظم عربی و فارسی کی جانب بھی تھا۔ چنانچہ عربی میں قصیدہ غوثیہ اور فارسی میں دیوان مطبوعہ موجود ہے۔ تخلص محی تھا۔ آپ نہایت خوش اخلاق، کشادہ دل اور صادق الوعد تھے۔ وصال شریف ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء میں بعمر ۹۰ سال بمقام بغداد ہوا۔ تاریخ وصال میں اختلاف ہے مگر بغداد شریف میں آپ کا عُرس اب تک ۱۷ ربیع الثانی کو ہوتا ہے۔ آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ

"اللہ سے ڈرو۔ اس کی بندگی کرو۔ اور نہ کسی سے ڈرو نہ اُمید رکھو۔ اور اپنی تمام حاجتیں اسی سے طلب کرو اور اس کے سوا نہ کسی پر تکیہ کرو نہ اعتماد۔"[1]

حضرت اقدس نے آپ کا ذکر متعدد بار اپنی کتابوں میں کیا ہے اور آپ سے خصوصی تعلق کا اظہار کیا ہے۔[2]

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح میری رُوح اور سید عبد القادر کی رُوح کو خمیر فطرت سے باہم ایک مناسبت ہے جس پر کشوفِ صریحہ سے مجھ کو اطلاع ملی۔"[3]

اسی طرح فرمایا:۔

"درحقیقت شیخ عبد القادر جیلانی خدا تعالیٰ کے کامل بندوں میں سے تھے اور اگر ان پر معجزات کے متعلق اعتراض کیا جاوے تو پھر یہ اعتراض تمام انبیاء پر وارد ہوتا ہے۔"[4]

چھٹی صدی کے آخر میں دوسرے مشہور اور عظیم الشان مجدد حضرت امام محمد بن عمر ابو عبد اللہ فخر الدین رازی (قریشی) ہیں۔ آپ ۵۴۳ھ میں پیدا

---

[1] قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۶۶ ؎
[2] براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۷ ؎
[3] ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۵ ؎
[4] ملفوظات جلد دہم صفحہ ۶ ؎

ہوئے اور ۶۰۶ ھ میں وفات پائی۔ بہت بڑے فلسفی اور متکلم تھے۔ آپ حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی کتابیں اسّی سے زائد ہیں۔ سب سے مشہور تفسیر کبیر ہے[1] جس کا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بھی ذکر فرمایا ہے اور آپ کے بعض حوالوں کو بہت عمدہ کہہ کر بیان فرمایا ہے۔[2]

چھٹی صدی کے دوسرے مجددین میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:۔

علی بن محمد عز الدین ابن کثیر۔ امام رافعی شافعی صاحب زبدۃ شرح شفا، یحییٰ بن حبش بن میرک حضرت شہاب الدین سہروردی شہید امام طریقت، یحییٰ بن اشرف بن حسن محی الدین نووی، حافظ عبد الرحمٰن بن جوزی۔

ساتویں صدی کے مجدّد

خواجہ سید معین الدین چشتی (۵۳۷ھ — ۶۳۳ھ)

والد کا نام خواجہ سید غیاث الدین تھا۔ خواجہ عثمان ہارونی آپ کے مرشد تھے۔ سادات حسینی سے تعلق ہے۔ سنجرستان (سیستان) آپ کے اجداد کا وطن ہے۔ اس وجہ سے معین الدین حسن سنجری کہلاتے ہیں۔ ۵۳۷ ھ (۱۱۴۲ء) میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ خراسان میں نشوونما پائی۔ اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق ۵۲ برس کی عمر میں ہندوستان تشریف لائے اور ۴۵ برس تک اجمیر میں قیام فرمایا۔ آپ اپنے کمالات اور مجاہدات میں مشہور ہیں۔ ہندوستان میں آپ اشاعتِ اسلام کا موجب ہوئے آپ کو سلطان الہند غریب نواز بھی کہتے ہیں۔ ۶ رجب ۶۳۳ ھ مطابق ۱۲۳۵ء وصال ہوا۔ اجمیر میں دفن ہوئے جہاں آپ کا ایک عالیشان مقبرہ ہے۔[3]

حضرت اقدس نے بزرگانِ اُمّت میں سے باخدا لوگوں میں آپ کا ذکر فرمایا ہے[4] اور حضرت مصلح موعود نے فرمایا ہے کہ جس طرح فقہ کے چار امام ہیں اسی طرح رُوحانی علوم کے بھی چار امام ہیں اور ان میں سے ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا نام نامی ہے۔[5]

آپ کے علاوہ ساتویں صدی کے معروف مجدّد یہ ہیں

ابن دقیق العید

شاہ شرف الدین مخدوم بھائی سندی

عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی

محمد بن عبداللہ الشیبی حنفی دمشقی

آٹھویں صدی کے مجدّد

حضرت امام ابنِ تیمیہ (۶۶۱ھ ——— ۷۲۸ھ)

نام احمد بن عبدالحلیم۔ کنیت ابو العباس اور لقب تقی الدین تھا۔ بچپن میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اس کے بعد حفظ حدیث و لغت کی طرف متوجہ ہوئے اور احکامِ فقہیہ کا بڑا حصہ بھی ازبر کر لیا۔ آپ کا حافظہ بلا کا تھا۔ علومِ دینیہ کے ساتھ دیگر فنّی علوم میں بھی دسترس حاصل کی۔ آپ کے ایک معاصر نے آپ کے بارہ میں خوب کہا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے علوم کو اِس طرح کر دیا تھا جیسے حضرت داؤد کے لئے

---

[1] امام رازی عبدالسلام ندوی معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۰ء
[2] آئینہ کمالاتِ اسلام ص۱۱۹
[3] قاموس المشاہیر جلد دوم ص۲۲۵
[4] کتاب البریہ ص۶۷　[5] تحفۃ الملوک

لوہے کو نرم کر دیا تھا۔"

امام صاحب کی علمی و عملی سرگرمیوں کا مرکز ساری عمر یہی رہا کہ اسلام کے آئینۂ صافی پر جو گرد و غبار مرورِ زمانہ سے آگیا ہے اسے دُور کریں۔ اِس کی خاطر انہیں بہت تکالیف بھی اُٹھانی پڑیں۔

آپ بہت بہادر اور نڈر انسان تھے۔ اپنے زمانہ میں قلم کے جہاد کے علاوہ تلوار کے جہاد میں بھی شریک ہوئے بعد میں دمشق کے حاکم بھی بنے۔ ازالۂ بدعت و منکرات کے لئے آپ نے خصوصی کوششیں فرمائیں۔

آپ حران (الجیریا) کے رہنے والے تھے۔ عِلم تفسیر میں بہت شہرت تھی۔ تصانیف بکثرت ہیں۔ کتاب موافقت بین المعقول والمنقول، سیاست الشریعۃ فی اصلاح الراعی وغیرہ آپ کی تصنیف ہیں۔ آپ کے سیاسی خیالات سے ناخوش ہو کر حکومت نے قید کر دیا۔ ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۷ء میں جب وفات ہوئی تو عوام نے بہت اظہارِ افسوس کیا۔ تقریباً ساٹھ ستر ہزار آدمی تدفین میں شریک تھے [1]

حضرت اقدس نے امام بخاری، امام ابن قیم کے ساتھ آپ کا ذکر کر کے فرمایا کہ ابن تیمیہ کے علاوہ اور کئی بڑے بڑے امام اور اُمّت کے فاضل انسان وفاتِ مسیح کے قائل تھے [1]

آٹھویں صدی کے دوسرے مجدّدین میں حافظ زین الدین عراقی، صالح بن عمر ارسلان، قاضی بلقینی اور علامہ ناصر الدین شاذلی اور ابنِ قیم شامل ہیں۔

نویں صدی کے مجدّد

حضرت حافظ ابنِ حجر عسقلانی (۷۷۳ھ — ۸۵۲ھ)

آپ کا نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن احمد تھا۔ کُنیت ابو الفضل اور لقب شہاب الدین تھا۔ مصر کے رہنے والے اور شافعی المذہب تھے۔ شعبان ۷۷۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن حفظ کیا اور بعض دوسری کتابیں بھی یاد کرلیں۔ بعد میں آپ نے مکہ کا سفر کیا اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ یہاں سے آپ کا حدیث کا شغف اور بھی بڑھ گیا چنانچہ آپ نے طلبِ علمِ حدیث کے لئے شام، مصر اور حجاز کے سفر کئے اور بہت زیادہ شیوخ سے حدیث سُنیں۔ علمِ حدیث میں علامہ عراقی سے اور فقہ میں علامہ بلقینی سے مہارت حاصل کی۔ اِسی طرح لغت، ادب، عروض اور کتابت کے علوم و فنون میں بھی کمال حاصل کیا۔ علمِ ہفت قرأت علامہ تنوخی سے سیکھا۔ پھر علمِ حدیث کے پھیلانے کے لئے کمر باندھی تصنیف اور افتاء کا شغل بھی جاری رکھا۔ ملکِ مصر میں آپ قاضی کے عہدہ پر اکیس سال کا لمبا عرصہ فائز رہے اور کئی جگہ تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے۔ جامعہ عمروؓ اور جامعہ ازہر

---

[1] (۱) حیاتِ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ تالیف محمد ابو زہرہ ترجمہ سید رئیس احمد جعفری۔
(۲) قاموس المشاہیر جلد اوّل صہ ۲۱
(۳) ابنِ تیمیہ محمد یوسف کوکن عمری ایم اے مدراس یونیورسٹی

[1] سرّ الخلافہ صہ ۵ ترجمہ از عربی

میں بھی خطابات کئے۔ آپ کی تصانیف ڈیڑھ سَو سے بھی زائد ہیں۔ آپ کی شہرت اِتنی پھیلی کہ بڑے بڑے امام اور علماء آپ سے ملنے کے لئے آپ کے پاس آیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ تمام علماء کے سردار سمجھے جانے لگے اور دُنیا کے ہر حصّہ کے لوگ آپ کے شاگرد بنے۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کی کتب اناس میں پھیل کر افادۂ عام کی سَند حاصل کر چکی تھیں۔ بڑے بڑے بادشاہ آپکو تحفے بھیجا کرتے تھے۔ اگر آپ کی کوئی اَور کتاب نہ بھی ہوتی تو بھی صرف ایک بخاری کی شرح "فتح الباری" (جو دس جلدوں میں ہے) ہی کافی تھی کہ اس کے ذریعہ سے بقولِ علامہ ابنِ خلدون اُمّت پر بخاری کی شرح کا جو قرض تھا وہ آپ نے اُتار دیا۔ قاہرہ میں ذوالحجہ کی ۱۸ تاریخ کو ۸۵۲ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی اور اِتنے لوگوں نے آپ کا جنازہ پڑھا کہ جنازہ میں شامل ہونے والوں کے بیان کے مطابق اتنا بڑا اجتماع انہوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔[1]

اِس صدی کے دوسرے مجدّدین میں محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، سیّد محمد جون پوری مہدی (قریشی) ہیں۔ اور بعض نے امیر تیمور کو بھی مجدّد لکھا ہے۔

دسویں صدی کے مجدّد

علّامہ محمد بن طاہر گجراتی (۹۱۳ھ ــــ ۹۸۶ھ)

نام محمد بن طاہر بن علی الحنفی گجراتی تھا صوبہ گجرات کے شہر فتن میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور اپنے علاقہ کے اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ ۹۴۴ھ میں حرمین کا سفر کیا اور کئی اساتذہ سے پڑھا جن میں شیخ علی متقی زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے بعد ہندوستان آ کر تدریس و تصنیف کے کام میں مصروف ہو گئے۔ گجرات کے اہلِ علم میں سے فنِ حدیث میں کوئی آپ کے درجے کو نہیں پہنچا۔ اپنے والد سے بہت دولت ورثہ میں ملی تھی جسے طلباء پر خرچ کر دیا۔ آپ کا مذہب اہلِ سُنّت تھا۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی نے اتحاف النُبلاء میں بعض علماء کی روایت سے لکھا ہے کہ محمد بن طاہر صدیقی الاصل تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر بن ابوبکر (۱۱۳۸ھ) مفتی مکّہ جو علّامہ محمد طاہر کی اولاد میں سے تھے ان کے ایک شاگرد نے ان کی شان میں قصیدہ کہا جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے:۔

"تیرے اجداد کی لحد کو خدا ٹھنڈک دے
وہ علم و فضیلت میں یکتا تھے یعنی محمد بن
طاہر کہ بلاشبہ حضرت صدیق کی نسل
سے تھے"

ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے بارہ میں ہندی [illegible] بھی لکھا ہے۔

آپ نے اپنے زمانہ میں مہدویت کی بدعات گجرات سے دُور کرنے کی مہم شروع کی جس میں کامیابی ہوئی۔ آپ کی تصانیف بہت بلند پایہ ہیں۔ مجمع بحار الانوار [illegible] ہے جو صحاح ستہ کی گویا شرح ہے۔ یہ کتاب لکھ کر آپ نے اہلِ علم پر بڑا احسان کیا ہے۔ تذکرۃ الموضوعات [illegible]

---

[1] فتح الباری شرح بخاری جزء اوّل ترجمہ مؤلف ہٰذا
شرح الجلیل صفحہ ۲۳ از علامہ ابوالخیر سخاوی۔

المغنی فی اسماء الرجال بھی آپ کی کتابیں ہیں۔ اجین مقام پر آپ ایک مہدوی سے شہید ہوئے[1]

مجدد کو جو تائیدی نشان عطا ہوتے ہیں آپ نے اس سے بھی حصہ پایا۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ آپ کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

"محمد طاہرؒ نے ایک جھوٹے مسیح اور مہدی پر بددعا کی تھی اور وہ (مہدی ناقل) ہلاک ہوگیا تھا۔"[2]

اِس صدی کے آخر میں دوسرے بڑے مشہور مجدد عرب میں مُلّا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ ہوئے۔ آپ نے ہرات سے مکہ معظمہ ہجرت کی تھی اور تمام بڑے بڑے اساتذہ سے وافر علوم و فنون سیکھے۔ سوا سَو سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان میں سے اٹھارہ چھپی ہوئی موجود ہیں جن میں المرقاۃ شرح مشکوٰۃ کئی ضخیم جلدوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ الموضوعات، شرح فقہ اکبر، شرح شفا وغیرہ بھی آپ کی کتابیں ہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے آپ کی خدماتِ دینیہ در ازالۂ بدعت و خدماتِ علمیہ کے باعث مجددِ صدی قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی بھی اِس صدی کے مشہور مجدد ہیں۔

---

[1] ترجمہ از نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر جلد چہارم صفحہ ۲۹۶ مؤلفہ سید عبدالحی مترجم ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی۔ مقبول اکیڈمی لاہور۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خاں

[2] حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۵

دسویں صدی کے چوتھے مجدد حضرت علی بن حسام الدین معروف بعلی متقی ہندی مکّی ہیں (جو کنز العمال کے مرتب بھی ہیں)۔

گیارھویں صدی کے مجدّد

حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ — ۱۰۳۴ھ)

لقب مجدّد الف ثانی تھا۔ زہد و علم میں مشہور تھے۔ شیخ عبدالوحید فاروقی کے لڑکے تھے۔ سرہند میں ۱۵۶۳ء مطابق ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے جو کہ دہلی کے مشہور ولی اللہ اور کئی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں۔ منگل کے دن ۲۹ر نومبر ۱۶۲۴ء مطابق صفر ۱۰۳۴ھ کو وفات پائی۔ سرہند میں مزار ہے۔ مجدد الف ثانی کہلاتے تھے کیونکہ ان کا یقین تھا کہ ہر ہزار سال کے بعد ایک شخص پیدا ہوتا ہے جو کہ اسلام کے تمام علوم میں کامل ہوتا ہے اور جس کا کام اسلام کو قوت دینے اور زندہ کرنے کا ہوتا ہے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ دوسرے ہزار سال کا مجدد میں ہی ہوں اور جس طرح ہزار اور سَو میں فرق ہے ویسے ہی مجھ میں اور دوسرے مجددوں میں فرق ہے[1]

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آپ کا تذکرہ مجدد سرہندی اور مجدد الف ثانی کے نام سے بھی کیا ہے۔

اِس صدی کے دوسرے مجددین بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب اور حضرت آدم بنوری صوفی ہیں[2]

---

[1] قاموس المشاہیر جلد اوّل صفحہ ۶۵ [2] عسل مصفّٰی

بارھویں صدی کے مجدّد

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

(۱۱۱۴ھ ——— ۱۱۷۶ھ)

آپ شاہ عبدالرحیم محدّث دہلوی کے صاحبزادے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی اولاد سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے نوازا تھا۔ آپ محدّث تھے اور سات سال مکّہ اور مدینہ میں رہ کر حدیث کا علم حاصل کیا تھا۔ علم و فضل اور تقویٰ میں بہت بلند مقام تھا۔ آپ کی علمی قابلیت آپ کی کتابوں سے ظاہر ہے جو نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیفات ہیں اور جن کی تعداد ۲۰۰ سے زائد ہے۔ اُن میں مشہور تفہیماتِ الٰہیہ جو آپکے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اِسی طرح مصفّیٰ شرح موطا امام مالک فارسی میں اور مسوّیٰ شرح موطا عربی میں۔ حجۃ اللہ البالغہ اسرارِ شریعت کے بیان میں۔ فوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فتح الخبیر اور فتح الرحمٰن قرآن شریف کا فارسی ترجمہ۔ ازالۃ الخلفاء فی بیان اثبات خلافت الخلفاء فارسی میں اور فیوض الحرمین اور الخیر الکثیر اور جبل حدیث جس کی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہے[1]

شاہ صاحب نے بڑی دانشمندی اور گہرے مطالعہ سے اصولِ فقہ کو واضح کر کے ائمہ مجتہدین اور ان کے اجتہادات کا صحیح مقام ظاہر کیا۔ فقہ و حدیث میں تطبین کی راہیں کھولیں۔

شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں اِسلام کے حقیقی تصوّف کو پیش کیا۔ شریعتِ اسلامیہ کو دلیل کے ساتھ پیش کرنے کا اہتمام آپ نے اپنی کتابوں حجۃ اللہ البالغہ اور البدور البازغہ میں کیا ہے۔ اور آپ ہی وہ تاریخی ہستی ہیں جنہوں نے ہندوستان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی بنیاد ڈالی ہے اور فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا[1]

حضرت اقدس نے شاہ صاحب کو اپنے زمانہ کا مجدد قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ علمائے ہند میں سے عالمِ ربّانی تھے جن کے فضائل ملکِ ہند میں ظاہر ہیں اور آپ چھوٹے بڑے سب کی نظروں میں مانے ہوئے امام ہیں جن کی بلند شان میں کسی مومن کو اختلاف نہیں ہے۔[2]

اِس صدی میں دوسرے علاقوں میں اَور بہت مشہور مجدد ہوئے۔ مثلاً

محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان نجدی

مرزا مظہر جان جاناں دہلوی

---

[1] قُرۃ العیون شرح سرور المحزون صـ۵ حصّہ اوّل بحوالہ سیر الاخیار و تذکرۃ الاولیاء

[1] تذکرہ شاہ ولی اللہ از مناظر احسن گیلانی۔ سی سٹریٹ نفیس اکیڈمی کراچی صـ۲۴۹ تا صـ۲۵۹۔ تفصیل کیلئے دیکھیں حیاتِ ولی از مولانا رحیم بخش دہلوی۔

[2] حمامۃ البشریٰ صـ۷۶

سید عبد القادر بن احمد بن عبد القادر حسنی کوکبانی
امام شوکانی
علامہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر یمن
محمد حیات ابن ملا ملازیہ سندھی مدنی

تیرھویں صدی کے مجدّد

حضرت سید احمد شہید بریلوی

(۱۲۰۱ھ ——— ۱۲۴۶ھ)

سیّد محمد عرفان کے بیٹے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ پیدائش یکم مئی ۱۲۰۱ھ بمقام رائے بریلی ہوئی۔ ایّامِ طفولیت ہی سے جہاد کا شوق تھا۔ بچپن میں اسی کا کھیل کھیلتے تھے۔ بالغ ہو کر مساکین و محتاجین کی اعانت و خدمت شروع کر دی۔ دہلی جا کر شاہ عبد العزیز صاحب کے مرید ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ آپ پر خود اُمورِ ربانی ظاہر ہونے لگے سرکارِ انگریزی اور امیر خاں نواب ٹونک کی لڑائی میں آپ نے صُلح کرا دی۔ پھر دہلی تشریف لے گئے وہاں بھی سلسلۂ فیوض جاری رہا۔ مولانا عبد الحی لکھنوی اور مولانا اسمٰعیل نے اِن سے استفادہ کیا۔ مظفر نگر۔ سہارنپور۔ رامپور۔ بریلی۔ شاہجہان پور وغیرہ میں وعظ و پند کر کے عامۂ خلائق کو راہِ راست پر لائے اور متبع سُنّتِ نبوی بنا لیا۔ ۱۲۳۶ھ میں مع چار سو آدمیوں کے الٰہ آباد، بنارس، پٹنہ ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور وہاں تین ماہ قیام کر کے بذریعہ جہاز ۱۲۳۷ھ کو حرمِ محترم میں داخل ہوئے۔ حج کے بعد مکّہ معظمہ قیام کرتے ہوئے ۱۲۳۹ھ میں وطن واپس آئے۔ اسی ضمن میں اہلِ عرب۔ روم۔ مصر۔ شام اور بخارا وغیرہ آپ سے بہت کچھ فیضیاب ہوئے۔ ان دنوں سکھوں کے مظالم زوروں پر تھے۔ ایک دفعہ رامپور میں چند افغانیوں کی زبانی سُنا کہ سکھوں نے مسلمان عورتوں کو جبراً سکھ بنا کر ان پر تصرّف کر لیا ہے۔ اس پر سیّد صاحب نے جہاد کا ارادہ کیا اور یہ دیکھ کر کہ سِکھ اِسلامی آزادی میں مخل ہیں تمام ملک میں وعظ کئے اور جوش پیدا کیا۔ بہت سے آدمی آپ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ چنانچہ ایک طولانی سفر کے بعد آپ مع دس گیارہ ہزار ہندوستانی جان نثاروں کے پشاور پہنچے اور وہاں سے ہشت نگر جا کر ایک تحریری اعلام نامہ حسب قاعدہ شرعی دربار لاہور میں بھیجا کہ یا تم مسلمان ہو جاؤ یا مطیع ہو کر جزیہ دو ورنہ جنگ کی تیاری کرو۔ دربار لاہور سے اس کا کچھ جواب نہ ملا۔ بدھ سنگھ راجہ نے ان کے قاصد کو دربار سے نکلوا دیا اور دس ہزار لشکر کے ساتھ مقابلے پر آ گیا۔ سیّد صاحب بھی اپنی ہمراہیوں کو لے کر نوشہرہ آئے۔ دونوں فوجیں دریائے گنڈہ کے دونوں کناروں پر تھیں۔ ۲۰۔ جمادی الاوّل ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۱۔ دسمبر ۱۸۲۶ء بہت بڑی لڑائی ہوئی اور نہایت کُشت و خون ہونے کے بعد سکھوں کو ہزیمت ہوئی اور ان کے سات سَو آدمی قتل اور اِسی قدر مجروح ہوئے۔ اس کے دو روز بعد خادی خاں سردار قلعہ ہنڈ سیّد صاحب کا مرید ہو گیا۔ پشاور پر آپ کا قبضہ ہو گیا خادی خاں نے ۴۶ افغانوں کی جمعیت میں ہنڈ کے خضرو نامی بازار کو جو سکھوں کا مقبوضہ تھا لُوٹ لیا۔ آپ بمقام بالاکوٹ سردار پشاور

کی غداری سے ۱۲۴۶ھ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ [1]

حضرت اقدس نے آپ کو اپنا ارہاص قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:۔

"سید احمد بریلوی سلسلۂ خلافتِ محمدیہ کے بارھویں خلیفہ ہیں جو حضرت یحییٰ کے مثیل ہیں اور سید ہیں۔" [2]

اِس صدی کے دوسرے مجدّدین کے نام یہ ہیں:۔
شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی، مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی۔ اور بعض نے شاہ عبد القادر کو بھی مجدّد تسلیم کیا ہے۔

---

[1] قاموس المشاہیر جلد اوّل ص۳۱۴، ص۳۱۵۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں سید احمد شہید مصنّفہ غلام رسول مہر و مصنّفہ ابوالحسن ندوی۔
[2] تحفہ گولڑویہ ص۴۵

اعتذار

جناب ثاقب زیروی کی نظم جو گزشتہ شمارہ میں شائع ہوئی تھی اس کا ایک مصرعہ صحیح شائع نہیں ہوا۔ اصل مصرعہ یوں ہے ؏

رُوحیں سمٹ ہی جائیں نہ ہمّوں کے بوجھ سے

ادارہ اِس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

غزل

ہو کے بے جاں ایک دن ہر سازِ جاں رہ جائے گا
آنکھ جھپکے گی تو بس شورِ فغاں رہ جائے گا

کم نہ ہوں گی آتے جاتے موسموں کی رونقیں
ہم چلے جائیں گے لیکن یہ جہاں رہ جائے گا

وہ بھی تنہا چھوڑ کے چل دے گا سوچا ہی نہ تھا
کیا خبر تھی ایک دن سُونا مکاں رہ جائے گا

بھُول ہی جاؤں گا اِک دِن دشمنوں کے سب سلوک
دِل میں باقی بس حسابِ دوستاں رہ جائے گا

موم کے پیکر پگھلتے جا رہے ہیں دھوپ میں
وہم ان کو تھا سروں پہ سائباں رہ جائے گا

دیکھ لینا گر یُونہی ہر بات پر پہرے رہے
ہو کے چُپ اِک روز ہر اِک نغمہ خواں رہ جائے گا

گر رہیں گے حادثوں کے آئینے پیشِ نظر
اعتبارِ زندگی باقی کہاں رہ جائے گا

مَوج کیا۔ گرداب کیسا۔ کیوں کِسی کا نام لُوں
ہر سفینہ زندگی کا درمیاں رہ جائے گا

خار و خَس کی طرح اُڑ جائے گا دُنیا کا وجُود
گنبدِ گردُوں کے اندر بس دھُواں رہ جائے گا

جب شکستہ آئینہ دیکھوں گا یاد آئے گا دِل
زخم تو بھر جائے گا ثاقب نشاں رہ جائے گا

ثاقب زیروی

رحیم کریانہ اینڈ جنرل سٹور

۴۲۵/A بٹالہ کالونی فیصل آباد

ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی خرید فرمانے کے لئے ہمارے ہاں تشریف لائیں

پروپرائٹر: چوہدری مقبول احمد خالد

آپ کی اپنی دوکان

چاول ہاؤس

اعلیٰ قسم کے چاول تھوک و پرچون خریدنے کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں

محمد یعقوب اینڈ سنز

بالمقابل مسجد اہلحدیث منٹگمری بازار فیصل آباد

سراج سٹین لیس سٹیل

چوک جتّو تھان چنیوٹ

تانبہ، پیتل، سلور و سٹین لیس کے اعلیٰ کوالٹی

کے برتن بازار سے بارعایت خریدیں

نیز ٹرنک و پیٹیاں آرڈر پر تیار کی جاتی ہیں؛

پروپرائٹر:

چوہدری سراج دین اینڈ سنز چنیوٹ

جلسہ سالانہ مبارک

سپر فارمیکا اینڈ فوم ہاؤس

چوک تھانہ صدر جھنگ صدر، فون: ۳۸۹۴

○ یونائیٹڈ فوم ○ مولٹی فوم ○ پاکستان

چپ بورڈ ○ فارمیکا ○ ہارڈ بورڈ

○ صمد بونڈ ○ کراؤن گلیو

تھوک و پرچون خریدنے کیلئے

خدمت کا موقعہ دیں!

آپ کی خدمت کیلئے ہر وقت تیار؛

- سپشلسٹ موٹر وائنڈنگ
- واشنگ مشین ---- اور
- پنکھوں کی مرمّت

نیز گھریلو بجلی فٹنگ سائنٹیفک طریقہ سے کی جاتی ہے

یاد رکھیں

میاں الیکٹرک سروس

بالمقابل ستارہ ٹیکسٹائل ملز

مقبول روڈ۔ فیصل آباد

ڈاکٹر عبدالرشید تبسم
ایم اے، پی ایچ ڈی

ہم سے ملو

ہم پہ ہے اب مہرباں پیرِ مغاں، ہم سے ملو
میکدے میں ہم ہیں اس کے رازداں، ہم سے ملو

پیرِ میخانہ کو ہے عقدہ کشائی کی لگن
ہے اگر درپیش کوئی امتحاں، ہم سے ملو

ناقصوں کو وہ بنا دیتا ہے کامل، کاملوں کو رہنما
صرف وہ ہے آج استادِ جہاں، ہم سے ملو

ہم پہ وا ہوتے ہیں ہر شب تازہ اسرارِ جہاں
جاننا چاہو جو تقدیرِ جہاں، ہم سے ملو

اب ہماری پہرہ داری اس کے ہر کوچے پہ ہے
ہم ہیں شہرِ حُسن کے اب پاسباں، ہم سے ملو

یار کی گلیاں لکیریں ہیں ہمارے ہاتھ کی
ڈھونڈتے ہو گر تم اُس کا آستاں، ہم سے ملو

آسماں کی رفعتوں کا کب تک اندازہ کریں
آؤ کر ڈالیں زمیں کو آسماں، ہم سے ملو

پُر خطر رہ میں ہے عافیت ہمارے ہم رکاب
عارفِ جادہ ہے میرِ کارواں، ہم سے ملو

فاصلہ اور وقت کو رہ سے ہٹا سکتے ہو تم
گر سمجھنا ہے یہ اک رازِ نہاں، ہم سے ملو

اِک ستارے تک رسائی کے لئے بیکل ہو تم
تم کو دے سکتے ہیں ہم اک کہکشاں، ہم سے ملو

بو چکے ہم سینکڑوں کھیتوں میں تازہ انقلاب
آج ہم ہیں انقلابی قلبہ راں، ہم سے ملو

جدید فیشن کے مطابق
سونے کے جڑاؤ اور سادے زیورات وغیرہ کیلئے
نیو پاک جیولرز
۱۱۱ فیروز پور روڈ۔ نزد گلیکسی سینما اچھرہ لاہور
فون:۔ ۴۱۰۹۷۴ — ۴۱۸۶۴۶
رہائش :۔ ۴۱۸۶۴۵
پروپرائٹر :۔ میاں عظیم قادر اینڈ سنز

(مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب سیکرٹری صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ۔ ربوہ)

دسمبر ۱۹۷۳ء کی بات ہے، جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت فاتح الدین امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک عظیم منصوبے کی بنیاد رکھی جس کا مقصد نوعِ انسانی کو روحانی طور پر ایک کر کے اُمّتِ واحدہ بنانا اور رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے۔

اس منصوبے کا پس منظر یہ ہے کہ جماعت احمدیہ جس کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو رکھی تھی۔ انشاء اللہ العزیز ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو اس پر ایک صدی پوری ہو جائے گی۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ جس کی شاخیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے متعدد ممالک میں قائم ہو چکی ہیں، صد سالہ تقریبیں منائیں گی۔ یہ تقریبات مرکزِ سلسلہ میں بھی ہوں گی اور جہاں جہاں جماعتیں ہیں وہاں بھی ان کا انعقاد ہوگا۔ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس غرض کو پورا کرنے کیلئے جو عظیم منصوبہ جماعت کو دیا اس کا نام "صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ" ہے۔

آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے بڑی دعاؤں کے بعد اور بڑے غور کے بعد تاریخ احمدیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگلے چند سال جو صدی پورا ہونے سے قبل رہ گئے ہیں وہ ہمارے لئے بڑی اہمیت کے مالک ہیں۔ اس عرصہ میں ہماری طرف سے اس قدر کوشش اور اُس کے حضور اس قدر دعائیں ہو جانی چاہئیں کہ اُسکی رحمتیں ہماری تدابیر کو کامیاب کرنے والی بن جائیں۔ اور پھر جب ہم یہ صدی ختم کریں اور "صد سالہ احمدیہ جوبلی" منائیں تو اُس وقت دُنیا کے حالات ایسے ہوں جیسا کہ ہماری خواہش ہے کہ ایک صدی گزرنے کے بعد ہونے چاہئیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ یہ جماعت اس کے حضور قربانیاں پیش کر کے غلبۂ اسلام

کے ایسے سامان پیدا کرے۔ اُسی کے فضل
اور اُسی کی دی ہوئی عقل اور فہم سے
اور اُسی کے سمجھائے ہوئے منصوبوں
کے نتیجہ میں۔ اور دُنیا کے وہ لوگ بھی
جنہیں اس وقت اسلام سے دلچسپی نہیں
ہے وہ بھی یہ سمجھنے لگیں کہ اب اسلام کے
آخری اور کامل غلبہ میں کوئی شک باقی
نہیں رہ گیا۔"

اِن بقیہ سالوں میں یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے حضور انور نے افرادِ جماعت احمدیہ کی ہدایت و رہنمائی کے لیے تفصیلی پروگرام جماعت کے سامنے رکھ دیا ہے اور نوعِ انسانی کو اُمتِ واحدہ بنانے کے لیے اس میں سب باتوں کا ذکر موجود ہے۔ دُنیا کے ممالک میں اشاعتِ اسلام، اصلاح وارشاد، تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے کام کو تیز سے تیز تر کرنا۔ مساجد کی تعمیر، اسلامی مراکز اور مشن ہاؤسز کا قیام، قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم، دُنیا کی مختلف زبانوں میں اسلامی لٹریچر مہیا کرنا، باہمی رابطہ اسلامی کو مضبوط کرنے کے لیے ٹیلکس کا انتظام، مختلف زبانوں میں اسلام کے تعارف کے لیے فولڈرز کی اشاعت، مختلف ممالک کے مخلصین کے نمائندہ وفود کو مرکزی جلسہ سالانہ کے مواقع پر مدعو کرنا وغیرہم سب امور شامل ہیں۔

اتنے بڑے منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے بہرحال فنڈز کی بھی ضرورت تھی اس لئے عالمگیر جماعت احمدیہ کے تمام ممالک کے احمدیوں کو "صد سالہ جوبلی فنڈ" میں عطیات پیش کرنے کی بھی آپ نے تحریک فرمائی اور جماعتوں نے پورے اخلاص، جوش اور ولولہ سے فراخ دلی سے وعدے لکھوائے۔ اڑھائی کروڑ کا مطالبہ تھا۔ جماعت نے اس سے چار گُنا (دس کروڑ سے زائد) کے وعدے پیش کر دیئے۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کی بڑی حکمت تھی۔ حضور انور نے اس کی طرف پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرورت کے مطابق دیگا کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے۔ اس کو علم ہے کہ میرے اِن بندوں کو کس قدر مال کی ضرورت ہوگی۔ اور بعد کے حالات نے اسے درست ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے ایسے سامان کرتا چلا جاتا ہے کہ سب ضرورتیں پوری ہوتی چلی جائیں۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ مجوّزہ پروگرام کے مطابق کام جاری ہے اور اللہ تعالیٰ کے افضال بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں۔ ان کی تفصیل یہاں درج کرنا تو مشکل ہے نہایت اختصار کے ساتھ بعض افضال کا یہاں ذکر کر دینا احباب کے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگا۔ وھُوَ ھٰذا:۔

(۱) ملک سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں مسجد ناصر اور مشن ہاؤس کا سنگِ بنیاد ۲۷ ستمبر ۱۹۷۵ء کو اور بعد تکمیل اس کا افتتاح ۲۰ اگست ۱۹۷۶ء کو حضور انور نے خود وہاں تشریف لے جا کر کیا۔

(۲) ملک ناروے کے شہر اوسلو میں مسجد اور مشن ہاؤس کا افتتاح حضور انور نے یکم اگست ۱۹۸۰ء

کو فرمایا۔

(۳) ملک سپین میں مسلمانوں کے زوال کے ۷۴۴ سال بعد جماعت احمدیہ کو یہ سعادت ملی کہ ۹ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو (چودھویں صدی کے اختتام سے پہلے) قرطبہ کے قریب مسجد کا سنگِ بنیاد حضور انور نے رکھا۔ مسجد مکمل ہو چکی ہے معمولی کام باقی ہے۔ حضور انشاء اللہ اگلے سال اس کا افتتاح فرمائیں گے۔

(۴) مسیح ناصری کی آخری آرامگاہ والے شہر سری نگر میں شاندار مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر۔

(۵) ملک کینیڈا کے شہر کیلگری میں ۴۰ ایکڑ زمین جس پر بہت بڑی عمارت بھی ہے مسجد اور مشن ہاؤس کے لئے خرید لی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ یہاں تفصیل کے لئے گنجائش نہیں۔

(۶) ملک اٹلی اور ملک جنوبی امریکہ میں مساجد اور مشن ہاؤسز کے لئے خدام الاحمدیہ کی طرف سے خدام کے چندہ سے فنڈز کا مہیا کر کے پیش کیا جانا۔ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب کے چند ماہ کے بیرونی ممالک کے دورہ میں یہ رقم جمع ہو گئی۔

(۸) ملک جاپان کے شہر NAGOYA میں ایک نہایت خوبصورت نو تعمیر مکان کی خرید برائے مسجد و احمدیہ سنٹر۔

(۹) انگلستان میں جماعت کی وسعت کے پیش نظر پانچ مراکز اور ہالوں کی خرید جس کیلئے وہاں کے مبلغ انچارج نے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو چندہ کی تحریک کی اور چند ہی مہینوں میں فنڈز کا انتظام ہو گیا اور بریڈ فورڈ میں ۲۰ ۴/۸۱، ساؤتھ آل میں ۳۱ ۵/۸۱، مانچسٹر میں ۱۶ ۶/۸۱، ہڈرز فیلڈ میں ۱۵ ۷/۸۱ اور برمنگھم میں ۳۱ ۸/۸۱ کو عمارتیں خرید کر قبضہ لے لیا گیا ہے۔ حضور انور ۱۹۸۲ء کے دورہ میں ان کا افتتاح بھی فرما چکے ہیں۔

(۱۰) انگلستان کے شہر لندن میں ایک عالمگیر کسرِ صلیب کانفرنس کا انعقاد جس میں حضور انور نے خود شمولیت فرمائی جس کے شاندار دیرپا نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔

(۱۱) بڑے وسیع پیمانہ پر اشاعتِ لٹریچر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ انگریزی اور فرنچ میں ترجمہ کر کے ہزاروں صفحات کا اسلامی لٹریچر شائع ہو چکا ہے۔

(۱۲) متعدد زبانوں میں اسلام سے متعلق تعارفی فولڈرز شائع ہو کر مختلف ممالک میں آنے والے زائرین میں تقسیم ہو رہے ہیں۔

(۱۳) باہمی رابطہ کے لئے ایک درجن ممالک میں Telex کا انتظام ہو چکا ہے۔

(۱۴) جماعتی تقاریب کی بولتی فلمیں بنوا کر ان کا تبادلہ شروع ہو گیا ہے۔

(۱۵) بیرونی ممالک سے آنے والے وفود کی رہائش کے لئے سرائے فضل عمر، سرائے محبت نمبر ۱، نمبر ۲، سرائے خدمت (خدام الاحمدیہ)، سرائے

انصار اللہ کی تعمیرات جن میں تمام ماڈرن سہولتیں موجود ہیں۔

(۱۶) ایک وسیع تعلیمی سکیم کا اجراء۔ اس کے ماتحت جماعت کا کوئی genius نوجوان انشاء اللہ تعلیم سے محروم نہیں رہے گا۔ مسابقت کی رُوح پیدا کرنے کے لئے یونیورسٹیوں اور بورڈوں میں اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو سونے چاندی کے تمغات دیئے جاتے ہیں۔ ۲۸ خوش قسمت یہ انعام حاصل کر چکے ہیں۔

آخر میں راقم الحروف اپنے عزیز نوجوانوں کو یاد دہانی کرانا چاہتا ہے کہ آپ نے اس منصوبے کو کامیاب بنانے کے لیے بڑا کردار ادا کرنا ہے۔ اس لیے اس منصوبہ کے بانی حضرت فاتح الدین امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کو ہر وقت یاد رکھیں کہ اس منصوبہ کی کامیابی کے لئے ہم نے اپنی مالی قربانیوں کے ساتھ ساتھ اپنی دُعاؤں کو بھی کمال تک پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دُعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے آمین۔ اللّٰھم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

مجلس نصرت جہاں کے ثمرات ایک نظر میں

(مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر سیکرٹری مجلس نصرت جہاں۔ ربوہ)

مغربی افریقہ میں احمدیہ ہسپتال

نام ملک	نصرت جہاں کے ہسپتال	تبشیر کے ہسپتال	کل ہسپتال	کل مریض	مفت مریض	آپریشن
نائیجیریا	۵	۲	۷	۸،۱۸۷۵۴	۶۵،۵۲۸	۸،۶۱۹
غانا	۴	—	۴	۱۳،۱۶،۱۷۸	۹۶،۲۳۹	۲۷،۳۰۰
سیرالیون	۴	—	۴	۲۸،۲۸۷	۲۲،۷۱۵	۲،۴۵۳
گیمبیا	۵	۱	۶	۱،۵۰،۱۲۴	۱۳،۰۰۱	۱،۵۵۶
			۲۱	۲۵،۱۳،۳۴۳	۱،۹۷،۴۸۳	۳۹،۹۲۸
مزید پانچ ہسپتالوں کی منظوری دی جا چکی ہے جنکے کھلنے کی خوشخبری عنقریب سنائی جائے گی			۵	کل میزان دس سال کی		
			۲۶			

مغربی افریقہ میں احمدیہ سکولز

نام ملک	نصرت جہاں کے تحت سکولز	تبشیر کے تحت سکولز	کل سکولز	کل طلبہ
نائیجیریا	۱۰	۱	۱۱	امسال جو طلبہ استفادہ کر رہے ہیں ۴۹۳۹
غانا	۶	۱	۷	
سیرالیون	۶	۸	۱۴	ابتک کل طلبہ جو استفادہ کر چکے ہیں ۲۲۰۹۷
گیمبیا	—	۱	۱	
لائبیریا	۱	—	۱	
مزید پانچ سکولوں کی منظوری ہو چکی ہے۔ جن کے افتتاح کی خبریں دوست جلد سنیں گے۔			۳۴ ۵	
			۳۹	

شیزان
پیش کرتے ہیں
نیا ذائقہ
جواں دل، جواں دم، جوانوں کا شوق
زنجبیل
بھوک بڑھائے، پیاس بجھائے
زود ہضم ادرک، مفرح لیمو اور مقوی چاشنی کا
ایک پرلطف اور پر تاثیر مشروب
Shezan
زنجبیل
SHAKE WELL BEFORE USE
SHEZAN INTERNATIONAL LTD
تفریح کے وقت
ہر وقت
کھانے کے وقت
Shezan
Zanjbeel
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ۔
بند روڈ۔ لاہور

فضلِ عمر ہسپتال ربوہ کے تحت خدمتِ خلق کی سالانہ مساعی کی جھلک

محترم ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب۔ چیف میڈیکل آفیسر

(۱) ا۔ نئے آؤٹ ڈور مریض = ۳۴۰۰۲ (نومبر ۱۹۸۰ء تا نومبر ۱۹۸۱ء)

ب۔ پرانے آؤٹ ڈور مریض = ۱۰۲۰۰۶ (نومبر ۱۹۸۰ء تا نومبر ۱۹۸۱ء)

(۲) سرجری (جنرل)

ا۔ میجر آپریشن = ۲۵۴

ب۔ ایمرجنسی مریض = ۵۶۶

(نومبر ۱۹۸۰ء تا نومبر ۱۹۸۱ء)

(۳) آپریشن زنانہ

ا۔ نارمل ڈیلیوری = ۱۵۱۰

ب۔ آپریشن = ۹۹

(نومبر ۱۹۸۰ء تا نومبر ۱۹۸۱ء)

خلافت جوبلی علم انعامی حاصل کرنے والی مجالس

نمبر شمار	سال	نام مجلس
۱	۱۹۳۹	مجلس خدام الاحمدیہ کیرنگ (اڑیسہ)
۲	۱۹۴۰	مجلس خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ
۳	۱۹۴۱	مجلس خدام الاحمدیہ چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا
۴	۱۹۴۲	مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت قادیان
۵	۱۹۴۳	مجلس خدام الاحمدیہ لاہور
۶	۱۹۴۴	مجلس خدام الاحمدیہ دارالبرکات قادیان
۷	۱۹۴۵	مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ مسجد مبارک قادیان
۸	۱۹۴۶	مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
۹	۱۹۴۷	ـــــــ
۱۰	۱۹۴۸	ـــــــ
۱۱	۱۹۴۹	ـــــــ
۱۲	۱۹۵۰	ـــــــ
۱۳	۱۹۵۱	ـــــــ
۱۴	۱۹۵۲	مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی
۱۵	۱۹۵۳	مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
۱۶	۱۹۵۴	مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
۱۷	۱۹۵۵	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل نصرت آباد اسٹیٹ۔
۱۸	۱۹۵۶	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم کوئٹہ۔ دیہاتی مجالس میں اوّل کرونڈی۔ دوم چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔
۱۹	۱۹۵۷	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم راولپنڈی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل کرونڈی۔ دوم چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔
۲۰	۱۹۵۸	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم راولپنڈی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل باندھی۔ دوم کرونڈی۔
۲۱	۱۹۵۹	شہری مجالس میں اوّل راولپنڈی۔ دوم کراچی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل کرونڈی۔ دوم بشیر آباد اسٹیٹ۔
۲۲	۱۹۶۰	شہری مجالس میں اوّل راولپنڈی۔ دوم کراچی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل انور آباد۔ دوم کرونڈی۔

تاریخ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے چند اوراق

مرتبہ: مکرم مبارک احمد صاحب خالد
مینجر ماہنامہ "خالد" و ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" ربوہ

نمبر شمار	سال	نام مجلس
۲۳	۱۹۶۱	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم لائل پور۔ دیہاتی مجالس میں اوّل انور آباد۔ دوم کرونڈی۔
۲۴	۱۹۶۲	شہری مجالس میں اوّل لائل پور۔ دوم کراچی۔
۲۵	۱۹۶۳	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم ربوہ۔ دیہاتی مجالس میں اوّل انور آباد۔ دوم چک ۹۶ گ ب ضلع لائل پور۔
۲۶	۱۹۶۴	مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ
۲۷	۱۹۶۵	شہری مجالس میں اوّل ربوہ۔ دوم کراچی۔ سوم لائل پور۔ دیہاتی مجالس میں اوّل ترگڑی۔ دوم احمد نگر۔ سوم لاٹھیانوالہ۔
۲۸	۱۹۶۶	شہری مجالس میں اوّل ربوہ۔
۲۹	۱۹۶۷	شہری مجالس میں اوّل لائل پور۔

نمبر شمار	سال	اوّل	دوم	سوم
۳۰	۱۹۶۸	لائل پور	سرگودھا	ملتان
۳۱	۱۹۶۹	ڈرگ روڈ کراچی۔ لائل پور	سرگودھا	کراچی
۳۲	۱۹۷۰	ڈرگ روڈ کراچی	لائل پور	کراچی
۳۳	۱۹۷۱	لائل پور	ڈرگ روڈ کراچی	کنری ضلع تھرپارکر
۳۴	۱۹۷۲	ماڈل ٹاؤن۔ لاہور	مارٹن روڈ کراچی	لائل پور
۳۵	۱۹۷۳	سوسائٹی کراچی	لائل پور	مارٹن روڈ کراچی
۳۶	۱۹۷۴	ربوہ	سوسائٹی کراچی	لائل پور
۳۷	۱۹۷۵	سوسائٹی کراچی	فیکٹری ایریا شاہدرہ لاہور	لائل پور
۳۸	۱۹۷۶	سوسائٹی کراچی	″ ″ ″	ڈرگ روڈ کراچی
۳۹	۱۹۷۷	ڈرگ روڈ کراچی	دارالذکر فیصل آباد	صدر کراچی
۴۰	۱۹۷۸	ربوہ	دارالذکر فیصل آباد	مارٹن روڈ کراچی
۴۱	۱۹۷۹	ربوہ	دارالذکر فیصل آباد	ڈرگ روڈ کراچی
۴۲	۱۹۸۰	مارٹن روڈ کراچی	ربوہ	اورنگی ٹاؤن کراچی

لاہور آٹو سٹور
فون
٤١٢٥٩١
فوکس ویگن، ٹیوٹا، مزدا، ڈاٹسن
اور دیگر گاڑیوں کے اصلی پرزہ جات
کیلئے
آپ کی
اپنی دکان
١٥-اے فیروزپور روڈ۔ لاہور

تاریخ ہائے سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

نمبر شمار	سال سنہ	تاریخیں	دن	مقام اجتماع
۱	۱۹۳۸	۲۵ر دسمبر		مسجد نور قادیان
۲	۱۹۳۹	۲۵ر دسمبر		زنانہ جلسہ گاہ بیرون قادیان
	۱۹۴۰	اجتماع	نہیں	ہوا
۳	۱۹۴۱	۶-۷ر فروری	ہفتہ - اتوار	مسجد اقصیٰ قادیان
۴	۱۹۴۲	۱۷-۱۸ر اکتوبر	جمعہ - ہفتہ	دارالشکر قادیان
۵	۱۹۴۳	۲۲-۲۳-۲۴ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	دارالشکر قادیان
۶	۱۹۴۴	۱۳-۱۴-۱۵ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	دارالانوار قادیان
۷	۱۹۴۵	۱۹-۲۰-۲۱ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	دارالشکر قادیان
۸	۱۹۴۶	۱۸-۱۹-۲۰ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ	دارالشکر قادیان
	۱۹۴۷	اجتماع	نہیں	ہوا
	۱۹۴۸	اجتماع	نہیں	ہوا
۹	۱۹۴۹	۳۰-۳۱ر (اکتوبر) یکم نومبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالرحمت ربوہ
۱۰	۱۹۵۰	۲۱-۲۲-۲۳ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالرحمت ربوہ
۱۱	۱۹۵۱	۱۲-۱۳-۱۴ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالرحمت ربوہ
۱۲	۱۹۵۲	۳۰-۳۱ر اکتوبر - یکم نومبر	جمعرات-جمعہ-ہفتہ	محلہ دارالرحمت ربوہ
۱۳	۱۹۵۳	۲۳-۲۴-۲۵ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
۱۴	۱۹۵۴	۵-۶-۷ر نومبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
۱۵	۱۹۵۵	۱۸-۱۹-۲۰ر نومبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
۱۶	۱۹۵۶	۱۹-۲۰-۲۱ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
۱۷	۱۹۵۷	۱۱-۱۲-۱۳ر اکتوبر	جمعہ-ہفتہ-اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ

نمبر شمار	سال سنہ	تاریخیں	دن	مقام اجتماع
	۱۹۵۸	۲۴-۲۵-۲۶؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	مخصوص حالات کی وجہ سے ملتوی کیا گیا۔
۱۸	۱۹۵۹	۲۳-۲۴-۲۵؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	میدان محلہ دارالبرکات ربوہ
۱۹	۱۹۶۰	۲۱-۲۲-۲۳؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	احاطہ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ
۲۰	۱۹۶۱	۲۰-۲۱-۲۲؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	احاطہ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ
۲۱	۱۹۶۲	۱۹-۲۰-۲۱؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	جلسہ گاہ جلسہ سالانہ
۲۲	۱۹۶۳	۲۵-۲۶-۲۷؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃
۲۳	۱۹۶۴	۲۳-۲۴-۲۵؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃
	۱۹۶۵	۲۲-۲۳-۲۴؍ 〃		مخصوص حالات کی وجہ سے ملتوی کیا گیا۔
۲۴	۱۹۶۶	۲۱-۲۲-۲۳؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	میدان جلسہ سالانہ
۲۵	۱۹۶۷	۲۰-۲۱-۲۲؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	محلہ دارالعلوم ربوہ کے شمال میں واقع میدان میں
۲۶	۱۹۶۸	۱۸-۱۹-۲۰؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	محلہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
۲۷	۱۹۶۹	۱۷-۱۸-۱۹؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
۲۸	۱۹۷۰	۱۶-۱۷-۱۸؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
۲۹	۱۹۷۱	۸-۹-۱۰؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
۳۰	۱۹۷۲	۵-۶-۷؍ 〃	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
۳۱	۱۹۷۳	۲-۳-۴؍نومبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
	۱۹۷۴	اجتماع	نہیں	ہوا۔
	۱۹۷۵	اجتماع	نہیں	ہوا
۳۲	۱۹۷۶	۱۸؍اپریل ۷۶ء (یک روزہ)	اتوار	مسجد اقصیٰ ربوہ
۳۳	۱۹۷۷	۴-۵-۶؍نومبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	مسجد اقصیٰ کے صحن میں
۳۴	۱۹۷۸	۲۰-۲۱-۲۲؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	محلہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
۳۵	۱۹۷۹	۱۹-۲۰-۲۱؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
۳۶	۱۹۸۰	۷-۸-۹؍نومبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃
۳۷	۱۹۸۱	۲۳-۲۴-۲۵؍اکتوبر	جمعہ۔ہفتہ۔اتوار	〃 〃 〃 〃 〃

بہ شہرِ دوست چلو

بہ شہرِ دوست چلو۔ سر کے بَل۔ عقیدت سے
وفا و جذب سے۔ اِخلاص سے۔ ارادت سے

بہ انکسار بڑھو۔ تم۔ بآستانِ حبیب
بہ خاکساری و عجز و نیاز۔ خشیت سے

بہ صد نشاط و سرور و بہجت و فرحت
رواں بہ قریۂ محبوب ہو۔ مسرّت سے

دیارِ دوست کی جانب بڑھو بہ عشق و ولا
وداد و اُنس سے اور پیار اور محبّت سے

قدم قدم پہ نچھاور کرو خلوص کے پھُول
بہ گام گام جُھکو۔ جذبۂ اطاعت سے

تم اس پہ ناز کرو جس قدر۔ بہت کم ہے
کہ پھر سے آئے یہ دن زندگی میں قسمت سے

وہ دن تھے منتظر جن کے۔ تمہارے دیدہ و دل
قریب آ گئے وہ دِن خدا کی رحمت سے

ہجومِ خلق سے ہے شہرِ عشق، قریۂ نُور
کہ ذرّہ ذرّہ ہے معمور۔ اُس کا۔ نکہت سے

خراجِ عشق کرو پیش۔ پیشِ حسنِ ازل
بہ ذکرِ آخرِ شب۔ گریہ و عبادت سے

زباں پہ نعرۂ تکبیر۔ لَب پہ صَلِّ علیٰ
دِلوں کو شاد کرو میرزا کی مدحت سے

زہے نصیب۔ کہ محبوب کے ہو تم مہماں
شرف یہ تم کو مِلا ہے وَفا کی برکت سے

سفیرِ امن و محبّت کا جاں نواز خطاب
ہو مستفیض تم اِس جاں فزا خطابت سے

خوشا نصیب! کہ وہ اجتماع پھر آیا
بہ شہرِ دوست چلو۔ سر کے بَل۔ عقیدت سے

(مرزا محمود احمد۔ ربوہ)

قاضی پن ورکشاپ
ایکسپرٹ پن مرمت، ربڑ سٹیمپس
براس نیم پلیٹس،
موٹر نمبر پلیٹس، براس اینڈ سلور کرافٹس
نیلا گنبد لاہور-۲
فون
۶۱۳۴۸

نئی اور پرانی کاروں کی خرید و فروخت کا مرکز:
لطیف موٹرز
۲۴- میکلوڈ روڈ لاہور
یہاں آپ اطمینان اور تسلی کے ساتھ اپنی کار فروخت کر سکتے ہیں اور ضرورت کے مطابق نئی یا پرانی کار خرید سکتے ہیں
ٹیلیفون نمبر: ۵۵۹۴۴

ھم

جلسہ سالانہ

پر آنے والے معزز مہمانوں کی خدمت میں

تہِ دل سے

خوش آمدید کہتے ہیں

پاک ریزیڈنٹ بنک

ڈے اینڈ نائٹ سروس

چوک میو ہسپتال لاہور

: پروپرائٹر :

نعیم اللہ

: فون :

۶۳۰۸۹

امتیاز

پبلک ھائی سکول

بیکورووڈ کوٹ لکھپت لاہور

چھٹی تا دھم

عظیم ادارہ جس کی پڑھائی

محنت اور کردار سازی دوسرے

سکولوں کے لئے بطور مثال

پیش کی جا سکتی ہے:

لاجواب محنت ۔ بےمثال پڑھائی ۔

فون نمبر:- ۸۵۰۷۶۱

احمدیہ مشن ہاوس جاپان

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

Monthly

Rabwah

Regd. No. L 5830

Editor : KHALID MASOOD

January 1982

سپین کی سرزمین پر سات سو سال کے بعد تعمیر ہونے والی
پہلی مسجد جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے